بسم اللہ الرحمن الرحیم

جاء الحق وزھق الباطل

ماہنامہ

ضربِ حق

سرگودھا

مدیر: سید محمد سبطین شاہ نقوی — شمارہ نمبر 31 — ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ نومبر ۲۰۱۲ء

- کیا رجسٹرڈ جماعت المسلمین ایک دینی جماعت ہے؟
- مسجد میں آنے کے فوائد
- پگڑی کس کی اچھلی؟
- امام ابوعبداللہ الحاکم صاحب المستدرک
- آلِ دیوبند اور بے سند باتیں

جامعہ امام بخاری اہل حدیث مقام حیات، سرگودھا

ابو معاذ

فیصل خان بریلوی کا حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ پر بہتان

فیصل خان بریلوی نے ''حافظ ابن کثیرؒ اور سفیان ثوریؒ کی تدلیس'' کی موٹی سُرخی کے تحت لکھا ہے: ''حافظ ابن کثیرؒ امام سفیان ثوری کی تدلیس کے بارے میں لکھتے ہیں....

اور جس کی طرف حافظ ابن حجرؒ نے اشارہ کیا کہ مدلسین کی ایک جماعت سے اصحاب صحیح نے علی الاطلاق اپنی کتب میں روایات کی تخریج کی ہے اور ان مدلسین کی ایک قسم وہ بتائی ہے جس کی تدلیس کو ائمہ حدیث نے قبول کیا ہے۔ اور ان کی روایت اپنی صحیح میں لائے ہیں۔ ان مدلسین کی امامت اور قلت تدلیس کی وجہ سے انہوں نے جو بہت سی روایات کی ہیں، امام ثوری کو اسی پر محمول سمجھا جائے۔ خصوصاً اس قسم میں اس مدلس کو بھی داخل کیا ہے جو ثقہ کے سوا تدلیس نہیں کرتا تھا۔ مثلاً ابن عیینہ۔ معلوم ہوا کہ حافظ ابن کثیرؒ کے نزدیک سفیان ثوری کے عن والی روایت صحیح ہوتی ہیں۔ (فتح المغیث ج ۱ ص ۱۷۷)'' (ترک رفع یدین ایک تاریخی دستاویز ص ۶۳)

فیصل خان نے مزید لکھا ہے: ''معلوم ہوا کہ امام بخاری، حافظ ابن کثیر اور حافظ علائیؒ اور حافظ ابن کثیرؒ کے نزدیک سفیان ثوریؒ کی قلت تدلیس کی وجہ سے ان کی تدلیس مضر نہیں ہوتی۔ اور یہی تحقیق محدثین کرام کے نزدیک راجح اور مضبوط ہے۔'' (....ایک تاریخی دستاویز ص ۶۳۔۶۴)

عرض ہے کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ۷۷۴ھ میں فوت ہوئے تھے۔ (دیکھئے الدرر الکامنہ ۱/۳۷۴)

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ۷۷۳ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ (دیکھئے الجواہر والدرر للسخاوی ۱/۱۰۴)

یعنی حافظ ابن کثیر کی وفات کے وقت حافظ ابن حجر ایک یا دو سال کے تھے، لہذا فیصل خان کا حافظ ابن کثیر کی طرف اس عبارت کو منسوب کرنا فیصل خان کا بہت بڑا بہتان ہے۔

تنبیہ: العلل الکبیر للترمذی کے نام سے مطبوع و مخطوط کتاب، اس کتاب کے مرکزی راوی ابو حامد التاجر کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے امام ترمذی سے ثابت نہیں، لہذا امام بخاری کی طرف منسوب: قلتِ تدلیس والا قول بھی ثابت نہیں۔ (۱۶/ اکتوبر ۲۰۱۲ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم





جلد: 3	ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ نومبر ۲۰۱۲ء	شمارہ: 11

قیمت

فی شمارہ	سالانہ	پاکستان
25 روپے	300 روپے علاوہ محصول ڈاک	400 روپے مع محصول ڈاک

اس شمارے میں

انوار السنن ...(۷)........... حافظ زبیر علی زئی ۲

کیا رجسٹرڈ جماعت المسلمین ایک دینی جماعت ہے؟
.... ابوالاسجد محمد صدیق رضا ۱۶

مسجد میں آنے کے فوائد .... حافظ محمد مزمل ۳۹

پگڑی کس کی اچھلی؟ ...... محمد زبیر صادق آبادی ۴۲

امام ابو عبداللہ الحاکم صاحب المستدرک
.... عبدالرشید عراقی ۴۴

آلِ دیوبند اور بے سند باتیں
.... محمد زبیر صادق آبادی ۴۷

زیر نگرانی

ماہنامہ ضرب حق
جامعہ امام بخاری اہل حدیث
مقام حیات سرگودھا

برائے رابطہ

حافظ
عمر فاروق شاکر

0300-4608164
048-3715130

ناشر

جامعہ امام بخاری اهل حدیث مقام حیات سرگودھا

حافظ زبیر علیزئی

انوار السنن فی تحقیقِ آثار السنن

(۷)

باب الأذى يصيب النعل

باب: جوتے کو گندگی لگ جائے (تو کیا کرے؟)

۵۷) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: ((**إذا وطئ الأذى بخفيه فطهورهما التراب.**)) رواه أبو داود و إسناده حسن.

و عنده له شاهد بمعناه من حديث عائشة رضي الله عنها.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص اپنے موزوں (بوٹوں، بند جُوتوں) سے گندگی روند ڈالے تو مٹی انھیں پاک کر دیتی ہے۔

اسے ابوداود (۳۸۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

اور سنن ابی داود (۳۸۷) میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے مفہوم کا ایک شاہد (تائید کرنے والی روایت) بھی مروی ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اسے ابن حبان (الاحسان: ۱۴۰۴، الموارد: ۲۴۹) نے بھی اسی سند سے روایت کیا ہے۔

اس کا راوی محمد بن کثیر المصیصی الصنعانی مختلف فیہ راوی ہے، نیز مدلس بھی ہے۔

(دیکھئے الضعفاء للعقیلی ۴/۱۰۱ـ۱۱۱، طبقات المدلسین: ۵/۱۵۰)

اس پر خود نیموی صاحب نے بھی جرح نقل کر رکھی ہے۔ (دیکھئے التعلیق الحسن ص ۳۱۲ تحت ح ۶۰۶)

اس روایت میں دوسری وجۂ ضعف یہ ہے کہ محمد بن عجلان صدوق مدلس ہیں۔

(دیکھئے الفتح المبین ص ۶۰ـ۶۱)

اور یہ روایت عن سے ہے۔
مدلس کی عن والی روایت (غیر صحیحین میں) ضعیف ہوتی ہے۔
دیکھئے حدیث سابق: ۱۰

باب ما جاء في فضل طهور المرأة

باب: عورت کے (طہارت سے) بچے ہوئے پانی کے بارے میں کیا آیا ہے؟

۵۸) عن الحكم بن عمرو الغفاري رضي الله عنه: أن النبي ﷺ نهى أن يتوضأ الرجل بفضل طهور المرأة.

رواه الخمسة و آخرون و حسنه الترمذي و صححه ابن حبان.

حکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مرد کو عورت کے طہارت سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اسے پانچ محدثین (ابوداود: ۸۲، ترمذی: ۶۴، ابن ماجہ: ۳۷۴، نسائی ۱/ ۱۷۹ ح ۳۴۴، احمد ۵/ ۶۶) اور دوسروں نے روایت کیا ہے۔

اسے ترمذی نے حسن اور ابن حبان (۱۲۵۷) نے صحیح قرار دیا ہے۔

انوار السنن: اس کی سند حسن ہے۔

۵۹) وعن حميد الحميري قال: لقيت رجلاً صحب النبي ﷺ أربع سنين كما صحبه أبو هريرة رضي الله عنه قال: نهى رسول الله ﷺ أن تغتسل المرأة بفضل الرجل و يغتسل الرجل بفضل المرأة وليغترفا جميعًا.

رواه أبو داود والنسائي.

حمید الحمیری (تابعی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں ایک ایسے آدمی سے ملا جنھوں نے نبی ﷺ کی چار سال صحبت اختیار کی تھی جس طرح کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی صحبت اختیار کی تھی، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مرد کے (غسل سے) بچے ہوئے پانی سے

عورت کو اور عورت کے (غسل سے) بچے ہوئے پانی سے مرد کو غسل کرنے سے منع فرمایا ہے، دونوں کو (برتن سے) اکٹھے پانی لینا چاہئے۔

اسے ابوداود (۸۱) اور نسائی (۱/۱۳۰ ح ۲۳۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: اس کی سند صحیح ہے۔

تنبیہ: اگر صحابی تک سند صحیح و حسن ثابت ہو جائے اور صحابی کا نام و تعین معلوم نہ ہو تو بھی یہ روایت صحیح و حسن ہوتی ہے کیونکہ تمام صحابہ عدول (ثقہ) ہیں اور ان کا نام معلوم نہ ہونا مضر نہیں ہے۔ (دیکھئے بذل المجہود ۱۳۳/۳، آثار السنن: ۲۶۳، میری کتاب: الکواکب الدریہ فی وجوب الفاتحۃ خلف الامام فی الجہریہ ص ۴۸۔۴۹)

اس سلسلے میں نیموی صاحب کو جو غلطی لگی ہے، اس کا ذکر آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ

دیکھئے حدیث: ۳۵۶

روایتِ مذکورہ بالا سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ایک ثقہ امام کی تعدیل و توثیق بھی کافی ہے بشرطیکہ وہ متساہل نہ ہو اور یہ تعدیل و توثیق جمہور کی جرح کے خلاف نہ ہو۔

۶۰) وعن ابن عباس رضي الله عنه: أن رسول الله ﷺ كان يغتسل بفضل ميمونة. رواه مسلم.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (اپنی زوجہ) میمونہ رضی اللہ عنہا کے بچے ہوئے پانی سے غسل فرما رہے تھے۔

اسے مسلم (۳۲۳) نے روایت کیا ہے۔

۶۱) وعنه قال: اغتسل بعض أزواج النبي ﷺ في جفنة فجاء النبي ﷺ ليتوضأ منها أو يغتسل فقالت له: يا رسول الله! إني كنت جنبا.

فقال رسول الله ﷺ: **((إن الماء لا يجنب.))**

رواه أبو داود و آخرون و صححه الترمذي و ابن خزيمة.

اور انھی (عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی ازواج میں سے کسی نے

ایک ٹب میں سے (پانی لے کر) غسل کیا پھر نبی ﷺ وضو یا غسل کرنے کے لئے تشریف لائے تو انھوں نے آپ سے کہا: یارسول اللہ! میں جنبی تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک پانی جنبی نہیں ہوتا۔

اسے ابوداود (۶۸) اور دوسروں نے روایت کیا ہے اور اسے ترمذی (۶۵) اور ابن خزیمہ (۱/ ۵۸ ح ۱۰۹) نے صحیح قرار دیا ہے۔

انوارالسنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

سماک بن حرب کی عکرمہ سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔ دیکھئے حدیث نمبر: ۷ کا حاشیہ

آثارالسنن:

قال النيموي: اختلفوا في التوفيق بين الأحاديث فجمع بعضهم بحمل النهي على التنزيه و بعضهم بحمل أحاديث النهي على ما تساقط من الأعضاء لكونه صار مستعملاً والجواز على ما بقي من الماء. و بذلك جمع الخطابي.

نیموی نے کہا: ان احادیث میں موافقت کے بارے میں (علماء کا) اختلاف ہے، بعض نے ممانعت کو تنزیہ پر محمول کیا ہے اور بعض ممانعت کو اس پر محمول کرتے ہیں کہ اعضاء سے جو پانی گرتا ہے تو اس کی وجہ سے یہ مستعمل ہو جاتا ہے اور جو پانی باقی رہے اس کا استعمال جائز ہے۔ خطابی نے اسی طرح (احادیث کو) جمع کیا یعنی تطبیق دی ہے۔

انوارالسنن: ان میں صرف پہلی تطبیق ہی راجح ہے کہ ممانعت کراہیت تنزیہی پر محمول ہے اور حدیث نمبر ۶۰ (صحیح مسلم: ۳۲۳) جواز کی دلیل ہے۔

باب ما جاء في تطهير الدباغ

دباغت سے پاک ہونے کے بارے میں جو آیا ہے، اس کا باب

۶۲) عن ابن عباس رضي الله عنه قال: تصدق على مولاة لميمونة رضي الله عنها بشاة فماتت فمربها رسول الله ﷺ فقال: **((هلا أخذتم إهابها فدبغتموه**

فانتفعتم به؟)) فقالوا: إنها ميتة. فقال: ((إنما حرم أكلها.)) رواه مسلم.

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (نبی ﷺ کی بیوی) میمونہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کو ایک بکری صدقہ دی گئی پھر وہ مرگئی تو رسول اللہ ﷺ اس کے پاس سے گزرے اور فرمایا: تم نے اس کا چمڑہ کیوں نہیں لے لیا پھر تم اسے دباغت دیتے تو اس سے فائدہ اٹھاتے؟

لوگوں نے کہا: یہ مردار ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کا صرف کھانا حرام ہوا ہے۔

اسے مسلم (۳۶۳) نے روایت کیا ہے۔

انوار السنن: نمک مصالحہ وغیرہ لگا کر چمڑا صاف کرنے کو دباغت کہتے ہیں۔

اس حدیث اور دیگر احادیث سے ثابت ہے کہ حلال جانوروں کا چمڑا دباغت سے پاک ہوجاتا ہے اگرچہ حلال جانور مردار ہی کیوں نہ ہوجائیں۔

۶۴) وعنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول:

((إذا دبغ الإهاب فقد طهر.)) رواه مسلم.

اور انھی (ابن عباس رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جب چمڑے کو دباغت دی جائے تو وہ پاک ہوجاتا ہے۔

اسے مسلم (۳۶۶) نے روایت کیا ہے۔

انوار السنن: اس حدیث کے عموم میں کتے کا چمڑا شامل نہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے درندوں کے چمڑوں سے منع فرمایا ہے۔

(دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۱/۱ وسندہ حسن، سنن ابی داود: ۴۱۳۲، سنن الترمذی: ۱۷۷۰)

اس حدیث کے سراسر مخالف بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ''اسی طرح کتے کی کھال کو دباغت دے کر ڈول بنانا بھی درست ہے'' الخ

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد اول ص ۲۹۲، جواب سوال نمبر ۴۱۳)

نیز لکھتے ہیں: ''خنزیر کے سوا اور جانوروں شیر، کتا، گدھا وغیرہ کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اور اس پر نماز درست ہے'' (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱ ص ۳۳۴ جواب سوال نمبر ۵۲۷)

عبدالقیوم حقانی دیوبندی لکھتے ہیں: ''لہذا کتے کی کھال احناف کے نزدیک دباغت سے پاک ہو جائے گی۔'' (توضیح السنن ج ۱ ص ۱۹۲)

یہ سارے فتوے حدیثِ نبوی کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ یاد رہے کہ کسی صحابی یا تابعی سے کُتے کے چمڑے کا پاک ہونا ثابت نہیں۔

٦٤) وعن ميمونة رضي الله عنها قالت: مر رسول الله ﷺ بشاة يجرونها فقال: ((لو أخذتم إهابها؟)) فقالوا: إنها ميتة.

قال: ((يطهرها الماء والقرظ.))

رواه أبو داود والنسائي وآخرون وصححه ابن السكن والحاكم.

میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک (مردہ) بکری کے پاس سے گزرے جسے لوگ گھسیٹ کر لے جا رہے تھے تو آپ نے فرمایا: اگر تم اس کا چمڑا لے لیتے؟

لوگوں نے کہا: یہ مُردار ہے۔

آپ نے فرمایا: اسے پانی اور قرظ (کیکر سے مشابہ ایک درخت کی چھال یا پتے) پاک کر دیتے ہیں۔

اسے ابوداود (۴۱۲۶) نسائی (۷/۱۷۴۔۱۷۵ ح ۴۲۵۳) اور دوسروں نے روایت کیا ہے۔

اسے ابن السکن اور حاکم (!) نے صحیح قرار دیا ہے۔

انوار السنن: اس کی سند حسن ہے۔ نیز دیکھئے التلخیص الحبیر (۱/۴۹)

منذری نے کہا: ''إسناده حسن'' (البدر المنیر ۱/۶۰۶)

اور ابن الملقن نے بھی تحفۃ المحتاج (۱/۲۲۰ ح ۱۳۱) میں حسن قرار دیا ہے۔

تنبیہ: ابن السکن کی کتاب ابھی تک مطبوع یا مخطوط حالت میں ہمارے علم میں نہیں اور نہ مستدرک الحاکم میں یہ روایت ملی ہے۔ واللہ اعلم

٦٥) وعن سلمة بن المحبق رضي الله عنه: أن نبي الله ﷺ دعا بماء من قربة عند امرأة فقالت: إنها ميتة. فقال: ((أليس قد دبغتها؟)) قالت: بلى.

قال: ((دباغها ذكاتها .)) رواه أحمد و آخرون و إسناده صحيح.

سلمہ بن المحبق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ایک مشک سے پانی منگوایا جو ایک عورت کے پاس تھی، اس عورت نے کہا: یہ مُردار (کی کھال سے) ہے۔

آپ نے فرمایا: کیا تم نے اسے دباغت نہیں دی تھی؟ اس نے کہا: جی ہاں! دباغت دی تھی۔ آپ نے فرمایا: اسے دباغت دینا اُسے پاک کرتا ہے۔

اسے احمد (۵/ ۷) اور دوسروں (مثلاً ابوداود: ۴۱۲۵، نسائی ۷/ ۱۷۳۔ ۱۷۴ ح ۴۲۴۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت میں حسن بصری ثقہ امام مدلس ہیں۔ (دیکھئے الفتح المبین ص ۳۵، طبقۂ ثانیہ: ۲/۴۰) اور روایت عن سے ہے، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔ اس کے باوجود حافظ ابن حبان (موارد الظمآن: ۱۲۴) حاکم (۴/ ۱۴۱) اور ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔!

٦٦) و عن عبد الله بن عكيم رضي الله عنه قال: كتب إلينا رسول الله ﷺ قبل و فاته بشهر: ((أن لا تنتفعوا من الميتة باهاب ولا عصب .))

رواه الخمسة وهو معلول بالانقطاع و الاضطراب.

اور عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے ایک مہینہ پہلے ہی ہماری طرف لکھی ہوئی کتاب بھیجی کہ مُردار کے چمڑے اور پٹھوں سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔

اسے پانچوں (ابوداود: ۴۱۲۷۔ ۴۱۲۸، ترمذی: ۱۷۲۹، نسائی ۷/ ۱۷۵ ح ۴۲۵۴۔ ۴۲۵۶، ابن ماجہ: ۳۶۱۳، احمد ۴/ ۳۱۰۔ ۳۱۱ وصرح الحکم بن عتیبہ بالسماع عندہ، اور طحاوی ۱/ ۴۶۸) نے روایت کیا ہے اور یہ انقطاع و اضطراب کے ساتھ معلول (یعنی ضعیف) ہے۔

انوار السنن: حسن ہے۔

یہ حدیث عبداللہ بن عکیم رحمہ اللہ (تابعی مخضرم، من الثانیہ) سے ثابت ہے۔ قاسم بن

تحمیرہ اور ہلال الوزان وغیرہما نے اسے عبداللہ بن حکیم سے روایت کیا ہے اور بعض علماء نے انھیں صحابہ میں ذکر کیا ہے، لیکن وہ ثقہ تابعی ہیں۔

عبداللہ بن عکیم رحمہ اللہ کی یہ روایت اپنی قوم جہینہ کے شیوخ کی سند سے رسول اللہ ﷺ کی (لکھوائی ہوئی) کتاب سے ہے۔ شیوخ جہینہ صحابہ ہیں، لہٰذا ان کا معلوم نہ ہونا مضر نہیں۔ نیموی صاحب کا اسے انقطاع اور اضطراب کے ساتھ معلول قرار دینا غلط ہے۔

اس حدیث اور احادیث سابقہ (۶۲۔۶۳) سے ثابت ہوتا ہے کہ مُردار کی کھال سے فائدہ اُٹھانا جائز ہے بشرطیکہ اسے دباغت دی جائے اور اگر انتہائی ضرورت نہ ہو تو مُردار کی کھال سے فائدہ نہ اُٹھانا بھی جائز ہے۔ واللہ اعلم

تنبیہ: روایت کو بعض اوقات پوری سند کے ساتھ اور بعض اوقات مختصراً بیان کرنا اضطراب کی دلیل نہیں ہوتا بلکہ ثقہ کی زیادت کے اصول سے پوری سند والی روایت راجح ہوتی ہے۔

باب آنية الكفار

باب: کفار کے برتنوں کا (کیا حکم ہے؟)

٦٧) عن أبي ثعلبة الخشني رضي الله عنه قال قلت: يا رسول الله! إنا بأرض قوم أهل الكتاب، أفنأكل في آنيتهم؟ فقال: ((**لا تأكلوا فيها إلا أن لا تجدوا غيرها فاغسلوها وكلوا فيها .**)) رواه الشيخان.

ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم اہلِ کتاب کے علاقے میں ہوتے ہیں، کیا ہم اُن کے برتنوں میں کھانا کھائیں؟ تو آپ نے فرمایا: ان میں نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ اگر تمھیں دوسرے برتن نہ ملیں تو انھیں دھولو اور ان میں کھاؤ۔

اسے شیخین (بخاری: ۵۴۷۸۔۵۴۸۸، ۵۴۹۶، مسلم: ۱۹۳۰) نے روایت کیا ہے۔

انوار السنن: چونکہ اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) حرام چیزیں کھاتے پیتے ہیں، لہٰذا ان کے برتنوں میں اچھی طرح دھوئے بغیر کھانا پینا جائز نہیں۔

باب آداب الخلاء

باب: قضائے حاجت کے آداب

٦٨) عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال :

((إذا أتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها ببول ولا بغائط ولكن شرقوا أو غربوا.)) رواه الجماعة.

ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یقیناً نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم قضائے حاجت کے لئے جاؤ تو پاخانے پیشاب میں قبلے کی طرف رخ نہ کرو اور نہ قبلے کی طرف پیٹھ کرو، لیکن (مدینہ طیبہ میں) مشرق یا مغرب کی طرف رُخ کرو۔

اسے جماعت (بخاری:۱۴۴، مسلم:۲۶۴، ابوداود:۹، ترمذی:۸، نسائی ۱/۲۲۔۲۳ ح ۲۱، ابن ماجہ:۳۱۸، احمد ۵/۴۲۱) نے روایت کیا ہے۔

انوار السنن: قبلہ سے مراد مکہ میں بیت اللہ ہے جہاں طواف کیا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مخاطب اہلِ مدینہ ہیں جن کا قبلہ جنوب کی طرف ہے، لہٰذا جو علاقے قبلے کے مشرق یا مغرب کی طرف ہیں تو وہاں کے لوگوں کو قضائے حاجت میں شمال یا جنوب کی طرف رخ کرنا چاہئے۔

تنبیہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ شمال کی طرف قطبی تارا ہے جس میں ولادت سے پہلے نبی کریم ﷺ کی رُوح مبارک تھی، لہٰذا قضائے حاجت میں شمال کی طرف بھی رُخ نہیں کرنا چاہئے۔ ان لوگوں کی یہ بات بالکل بے دلیل اور باطل ہے، لہٰذا اہل ہندو پاکستان (برصغیر والوں) کے لئے شمال کی طرف، قضائے حاجت میں رُخ کرنا جائز ہے، ممنوع نہیں ہے۔

اسماعیل حقی (ایک بدعتی صوفی) نے ایک روایت لکھی ہے:

ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: "یا جبریل کم عمرك من السنين" اے جبریل! تمھاری کتنی عمر ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: یارسول اللہ!

مجھے معلوم نہیں سوائے اس کے کہ چوتھے پردے میں ایک ستارا ہر ستر (۷۰) ہزار سال کے بعد ایک دفعہ ظاہر ہوتا تھا، میں نے اسے بہتر (۷۲) ہزار دفعہ دیکھا ہے۔

تو آپ نے فرمایا: "یا جبریل! وعزة ربي أنا ذلك الكوكب"

اے جبریل! میرے رب کی عزت کی قسم، میں وہی ستارا ہوں۔ (روح البیان ۳/۵۴۰)

یہ روایت بالکل بے سند اور جھوٹی ہے، جس کی بنیاد پر بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کی روح قطبی تارے میں تھی۔

۶۹) وعن سلمان رضي الله عنه قال: لقد نهانا رسول الله ﷺ أن نستقبل القبلة بغائط أو بول أو أن نستنجي باليمين أو أن نستنجي بأقل من ثلاثة أحجار أو أن نستنجي برجيع أو بعظم. رواه مسلم.

اور سلمان (فارسی) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پاخانے یا پیشاب کی حالت میں قبلے کی طرف رخ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اور آپ نے ہمیں استنجے میں تین ڈھیلوں سے کم استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اور آپ نے ہمیں گوبر یا ہڈی سے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اسے مسلم (۲۶۲) نے روایت کیا ہے۔

انوار السنن: یہ حکم عام ہے اور اس کے راویوں نے بھی اسے عام ہی سمجھا ہے، لہٰذا بند مکان ہو یا کھلا میدان وغیرہ کسی جگہ بھی قضائے حاجت کے دوران میں قبلے کی طرف رخ کرنا جائز نہیں۔ پیٹھ کرنے کے جواز (مع الکراہت) والی صحیح روایت آگے آ رہی ہے۔

دیکھئے حدیث: ۷۱

۷۰) وعن أبي هريرة رضي الله عنه عن رسول الله ﷺ قال: ((**إذا جلس أحدكم على حاجته فلا يستقبلن القبلة ولا يستدبرها** .)) رواه مسلم.

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کے لئے بیٹھے تو ہر گز قبلے کی طرف رُخ نہ کرے اور نہ پیٹھ کرے۔

اسے مسلم (۲۶۵) نے روایت کیا ہے۔

۷۱) وعن عبد اللّٰه بن عمر رضي الله عنه قال: رقيت يومًا على بيت أختي حفصة رضي اللّٰه عنها فرأيت رسول الله ﷺ قاعدًا لحاجته مستقبل الشام مستدبر القبلة. رواه الجماعة.

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں اپنی بہن حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر (کی چھت) پر چڑھا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ قضائے حاجت کے لئے شام کی طرف رُخ کئے بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کی پیٹھ قبلے کی طرف تھی۔

اسے ایک جماعت (بخاری: ۱۴۵، مسلم: ۲۶۶، ابوداود: ۱۲، ترمذی: ۱۱، نسائی ۱/۲۳۔۲۴ ح ۲۳، ابن ماجہ: ۳۲۲، احمد ۲/۱۱) نے روایت کیا ہے۔

انوار السنن: یہ روایت بالکل صحیح ہے۔

اکوڑہ خٹک والے عبدالحق دیوبندی نے کہا ہے: ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جہت کی تعیین میں وہم ہوا ہے'' الخ (حقائق السنن ۱/۱۵۹، توضیح السنن ۱/۲۰۳)

عبدالحق کی یہ بات سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت پر حملہ ہے، لہٰذا مردود و باطل ہے۔

اہلِ سنت کا متفقہ قاعدہ ہے کہ **الصحابة كلهم عدول** یعنی تمام صحابہ روایتِ حدیث میں عادل، ثقہ اور قابلِ اعتماد ہیں۔

تنبیہ نمبر۱: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بیٹھ کر پیشاب کرنے والی روایت صحیح بخاری میں موجود ہے۔ والحمدللہ

تنبیہ نمبر۲: اگر شرعی ضرورت ہو تو حالتِ اضطرار میں قبلے کی طرف پیٹھ کرنا جائز ہے۔

۷۲) وعن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: نهى نبي الله ﷺ أن تستقبل القبلة ببول فرأيته قبل أن يقبض بعام يستقبلها.

رواه الخمسة إلا النسائي و حسنه الترمذي و نقل عن البخاري تصحيحه.

اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیں قبلے کی طرف پیشاب

کرنے سے منع فرمایا (تھا) پھر میں نے آپ کی وفات سے ایک سال پہلے دیکھا کہ آپ قبلے کی طرف رُخ کرتے تھے۔ اسے پانچوں نے سوائے نسائی کے (ابوداود: ۱۳، ترمذی: ۹، ابن ماجہ: ۳۲۵، احمد ۳/ ۳۶۰ نے) روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن کہا ہے اور ترمذی نے بخاری سے اس کا صحیح ہونا نقل کیا ہے۔

انوارالسنن: اس کی سند حسن ہے۔

اس حدیث کے راوی محمد بن اسحاق بن یسار کی احکام میں بعض احادیث کو نیموی نے حسن (آثار السنن: ۳۹) اور بعض کو صحیح (آثار السنن: ۸۳۴) قرار دیا ہے، مگر جب مرضی کے خلاف کسی روایت میں ابن اسحاق آئے ہیں تو ان پر جرح بھی کردی ہے۔!

آثارالسنن: قال النيموي: النهي للتنزيه و فعله ﷺ كان للاباحة أو مخصوصًا به، جمعًا بين الأحاديث. نیموی نے کہا: ممانعت کراہیت تنزیہی پر محمول ہے اور آپ ﷺ کا فعل برائے اباحت (جواز کے لئے) ہے یا یہ جواز آپ کے لئے خاص ہے۔

اور اس طرح تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

۷۳) و عن مروان الأصفر قال: رأيت ابن عمر رضي الله عنه أناخ راحلته مستقبل القبلة ثم جلس يبول إليها. فقلت: يا أبا عبد الرحمن! أ ليس قد نهي عن ذلك؟ قال: بلى! إنما نهي عن ذلك في الفضاء، فإذا كان بينك و بين القبلة شيٌ يسترك فلا بأس. رواه أبو داود و آخرون و إسناده حسن.

مروان الاصفر (تابعی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انھوں نے قبلے کی طرف اپنی سواری بٹھائی پھر بیٹھ کر اس (سواری کی) طرف (یعنی قبلے کی طرف) پیشاب کرنے لگے تو میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا اس سے منع نہیں کیا گیا؟ انھوں نے فرمایا: جی ہاں! یہ کھلی فضا میں منع کیا گیا ہے، لہٰذا اگر تمھارے اور قبلے کے دوران میں کوئی رکاوٹ سترہ بنی ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسے ابوداود (۱۱) اور دوسروں (مثلاً ابن خزیمہ: ۶۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس کا ایک بنیادی راوی حسن بن ذکوان ہے جو کہ مدلس ہے۔

دیکھئے التعلیق الحسن (ص ۳۶۷ تحت حدیث: ۷۳۳) اور طبقات المدلسین (۳/۷۰)

اور روایت عن سے ہے، لہٰذا یہ حسن نہیں بلکہ ضعیف ہے۔ نیموی صاحب کو اپنا لکھا ہوا بھی یاد نہیں، لہٰذا ضعیف روایت کو حسن بنا بیٹھے ہیں۔!

آثار السنن: قال النيموي: هذا اجتهاد من ابن عمر رضي الله عنه و لم يرو في الباب عن النبي ﷺ شئ. نیموی نے کہا: یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے اور انھوں نے اس باب میں نبی ﷺ سے کوئی چیز بھی روایت نہیں کی۔

انوار السنن: جب یہ روایت ہی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں تو پھر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر نیموی کے کلام کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔!

۷۴) و عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: كان النبي ﷺ إذا دخل الخلاء قال: ((**اللهم إني أعوذبك من الخبث والخبائث.**)) رواه الجماعة.

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو (داخل ہونے سے پہلے) فرماتے: ((**اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ**))

اے اللہ! خبیث جنوں اور خبیث جنیوں (کے شر) سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔

اسے جماعت (بخاری: ۱۴۲، مسلم: ۳۷۵، ابوداود: ۴، ۵، ترمذی: ۵، ۶، نسائی ۱/۲۰ ح ۱۹، ابن ماجہ: ۲۹۶، احمد ۳/۹۹) نے روایت کیا ہے۔

۷۵) و عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان النبي ﷺ إذا خرج من الخلاء قال: ((**غفرانك .**)) رواه الخمسة إلا النسائي و صححه ابن خزيمة و ابن حبان والحاكم و أبو حاتم . اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب قضائے حاجت سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے: ((**غُفْرَانَكَ .**)) اے اللہ! تیری بخشش چاہیے۔ اسے نسائی کے علاوہ پانچوں (ابوداود: ۳۰، ترمذی: ۷، ابن ماجہ: ۳۰، احمد ۴/۲۲۴)

نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ (۱/ ۴۸ ح ۹۰) ابن حبان (الاحسان: ۱۴۴۱) حاکم (۱/ ۱۵۸) اور ابو حاتم نے صحیح قرار دیا ہے۔

انوار السنن: اس کی سند صحیح ہے۔

۷۶) و عن أبي قتادة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ:

((لا يمسكن أحدكم ذكره بيمينه وهو يبول ولا يتمسح من الخلاء بيمينه ولا يتنفس في الإناء.)) رواه الشيخان. اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی پیشاب کرتے وقت ہرگز اپنے دائیں ہاتھ سے اپنا ذکر (آلۂ تناسل) نہ پکڑے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرے اور نہ برتن میں سانس لے۔

اسے شیخین (بخاری: ۱۵۳، مسلم: ۲۶۷) نے روایت کیا ہے۔

۷۷) و عن أبي هريرة رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ قال:

((اتقوا اللعانين.)) قالوا: و ما اللعانان يا رسول الله؟

قال: **((الذي يتخلى في طريق الناس أو في ظلهم.))** رواه مسلم.

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لعنت والے دو کاموں سے بچو، لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! وہ لعنت والے دو کام کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو لوگوں کے راستے یا سائے میں قضائے حاجت کرتا ہے۔ اسے مسلم (۲۶۹) نے روایت کیا ہے۔

۷۸) و عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: كان رسول الله ﷺ يدخل الخلاء فأحمل أنا و غلام إداوة من ماء و عنزة يستنجي بالماء. رواه الشيخان.

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو میں اور ایک لڑکا پانی کا برتن اور ایک چھوٹا نیزہ لے جاتے، آپ پانی سے استنجا فرماتے تھے۔ اسے شیخین (بخاری: ۱۵۲، مسلم: ۲۷۱) نے روایت کیا ہے۔

انوار السنن: پانی سے استنجا افضل ہے اور ڈھیلوں یا ان کے قائم مقام مثلاً ٹشو پیپر سے بھی جائز ہے اور دونوں کو جمع بھی کیا جا سکتا ہے۔

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

کیا رجسٹرڈ جماعت المسلمین ایک دینی جماعت ہے؟

(قسط نمبر:1)

رجسٹرڈ جماعت المسلمین کے بانی مسعود احمد صاحب نے اپنے فرقے کی بنیاد رکھتے ہی صرف اور صرف اپنے آپ کو حق پر ثابت کرنے اور اپنی رجسٹرڈ جماعت کے علاوہ باقی پوری کی پوری امتِ مسلمہ کو کافر و مشرک اور برسرِ باطل ثابت کرنے کے لئے بہت جتن کئے۔ بہت بلند و بانگ فاخرانہ دعوے کئے اور بہت سے اصول وقواعد بھی وضع کئے۔ لیکن ''فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا'' کا عین مصدق بنتے ہوئے اپنے خود ساختہ وخود تراشیدہ اصول وضوابط کی کما حقہ پیروی ورعایت نہ رکھ سکے اور کتنے ہی مقامات پر اپنے تکفیری اصول وقواعد کی زد میں آتے ہوئے ان کا شکار ہوگئے۔ اس مضمون میں ان کا ایک ایسا ہی اصول پیش کر رہے ہیں۔

مسعود صاحب اور اُن کی جماعت کا یہ زعم ہے کہ اس کرّہ ارض پر صرف رجسٹرڈ جماعت کے لوگ مسلم، دیندار اور حق پر ہیں۔ حق پر ہونے کے لئے لازمی ہے کہ یہ ایک دینی جماعت ثابت ہو، حالانکہ یہ اپنے ہی ایجاد کردہ اصول کی روشنی میں ''دینی جماعت'' ثابت ہی نہیں ہوتی، جب یہ دینی جماعت ہی ثابت نہیں ہوتی تو حق پر کیسے ہوسکتے ہیں؟ ان کا اصول ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔

دینی جماعت کی تعریف: رجسٹرڈ جماعت کے بانی مسعود صاحب نے لکھا:

''کوئی دینی جماعت ایسی نہیں جو اپنے نام کا ثبوت پیش کر سکے۔ قرآن مجید سے یا احادیث سے دینی جماعت تو وہ ہوتی ہے جو خالصتاً منزل من اللہ دین پیش کرتی ہو اور عمل بھی کرتی ہو دینی جماعت وہ نہیں جو فتووں اور قیاسوں پر چلتی ہو اور جس نے نام بھی اپنا خود رکھا ہو ایسی جماعت کو دینی جماعت ہرگز نہیں کہا جاسکتا''

(جماعت المسلمین پر اعتراضات اور ان کے جوابات ص ۳۵)

مسعود صاحب کے اس فرمان کے مطابق کسی بھی جماعت کے ''دینی جماعت'' ہونے کے لئے دو باتیں سامنے آتی ہیں:

(۱) ''دینی جماعت'' وہ نہیں کہ جو فتوؤں اور قیاسوں پر چلتی ہو۔

(۲) ''دینی جماعت'' وہ نہیں کہ جس نے اپنا نام بھی خود رکھا ہو۔

مسعود صاحب کے اصول کے مطابق ''دینی جماعت'' ہونے کے لئے یہ دو باتیں لازمی شرط ہیں۔ اگر کوئی جماعت دین پر عمل کرتی ہے لیکن اس میں یہ دو باتیں یعنی ''فتوؤں اور قیاسوں پر چلنا'' اور ''اپنا نام خود رکھنا'' پائی گئیں تو اس جماعت کو ''دینی جماعت'' ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ اور یہ تو ظاہری اور بدیہی بات ہے کہ جو جماعت ''دینی جماعت'' ہی نہ ہو اس جماعت کے تہتر ویں فرقے (۷۳) جماعت حقہ ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

آیئے اب ان کے دو خود ساختہ (SELF MADE) اصولوں کی روشنی میں خود ان کی جماعت کا جائزہ لیتے ہیں اور خود اس جماعت کو پرکھتے ہیں کہ آیا ان اصولوں پر ان کی رجسٹرڈ جماعت بھی ایک دینی جماعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟!

پہلی علامت یا شرط یہ بیان فرمائی کہ ''دینی جماعت وہ نہیں جو فتوؤں اور قیاسوں پر چلتی ہو'' اب یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ ''فتویٰ'' سے ان کی کیا مراد ہے؟ مسعود صاحب نے لکھا: ''اگر فتوے میں قرآن وحدیث پیش کیا جائے تو فتویٰ صحیح ہوگا، اگر قرآن وحدیث کے بجائے اپنی رائے پیش کرے تو یہ شرک ہے۔ ہم جس فتوے کی برائی بیان کر رہے ہیں اس سے مراد وہی فتویٰ ہے جو اپنی رائے سے دیا جائے''

(توحید المسلمین ص: ۲۷۳)

گویا یہ لوگ کسی کی اپنی رائے سے کہی ہوئی بات کو ''فتویٰ'' کہہ دیتے ہیں اور ان کے ہاں قیاس سے بھی عموماً یہی مراد لی جاتی ہے۔ جیسا کہ ان کی بعض تحریرات

سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو ایسے ''فتاویٰ'' اور ''قیاسات'' سے متعلق ان کا کیا فیصلہ ہے اور ان پر کیا کیا حکم لگاتے ہیں اس کی تفصیل ان کے ''فتوؤں اور قیاسوں'' کے بعد عرض کریں گے۔ (ان شاء اللہ)

مسعود صاحب کی ذہن سازی:

ان کے ''قیاسات وفتاویٰ'' سے پہلے یہ بات ملاحظہ کرتے چلیں کہ بانی رجسٹرڈ جماعت مسعود صاحب نے اپنی تحریرات کے ذریعے اپنے قارئین اور بالخصوص اپنی جماعت میں شامل لوگوں کی ''ذہن سازی'' کی کتنی کوشش وجدّ وجہد کی اور اپنے متعلق کیا تأثر قائم کرانے کی سعی وکوششیں کی ہیں اور خود اپنے متعلق کیا کیا بیانات جاری فرمائے:

مسعود صاحب نے لکھا: ''میں اپنے ہر عمل میں قرآن وحدیث اور آثارِ صحابہ سے دلیل پیش کرسکتا ہوں اور آپ ایسا نہیں کر سکتے، اگر آپ واقعی اپنے دعوے میں سچے ہیں تو مندرجہ ذیل سوالات کی تائید میں ایک ایک صحیح حدیث پیش کر دیجئے'' (خلاصہ تلاش حق ص ۱۷)

۲: مزید لکھا: ''میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا'' (حوالہ بالا ص ۲۹)

۳: مزید لکھا: ''ہم تو نئی نئی باتیں نہیں نکال رہے۔ جو بات کہتے ہیں دلیل سے کہتے ہیں آپ پوچھ کر دیکھ لیجئے۔ انشاءاللہ آیت یا حدیث پیش کریں گے۔ اصل جواب سے انشاء اللہ کبھی انحراف نہیں کریں گے'' (حوالہ بالا ص ۳۷)

۴: مزید لکھا: ''یہاں بھی رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہی سے ہم نے خاص کیا، ہم خود کچھ نہیں کرتے جو آپ کہہ دیتے ہیں ہم تسلیم کر لیتے ہیں ہم قیاس آرائی نہیں کرتے''

(حوالہ بالا ص ۱۷۲)

۵: مزید لکھا: ''مسعود احمد اپنی کوئی رائے دیتے ہی نہیں اور کہتے ہیں کہ کسی کو بھی دینِ الٰہی میں رائے دینے کا اختیار نہیں'' (الجماعۃ ص: ۴۴، آئینہ دار ص ۲۱۳)

۶: اور بڑا ہی تاکیدی بیان دیتے ہوئے لکھا: ''ہم تو صرف وہی کہتے ہیں جو قرآن مجید اور حدیث میں ہے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے''

(امیر کی اطاعت ص ۱۵، اشاعت قدیم ص ۲۹، آئینہ دار ص ۲۴۲)

دیکھیے اپنی رجسٹرڈ جماعت میں شامل افراد کی ''ذہن سازی'' کرتے ہوئے اپنے متعلق کیا کیا تحریر فرمایا کہ ''ہم خود کچھ نہیں کرتے''۔ مسعود احمد ''اپنی کوئی رائے نہیں دیتے'' ''ہم قیاس آرائی نہیں کرتے'' ''ہم تو صرف وہی کہتے ہیں جو قرآن مجید اور حدیث میں ہے'' وغیرہ وغیرہ۔ اس ''ذہن سازی'' کا نتیجہ یہ ہے کہ رجسٹرڈ جماعت کے لوگ ان کی ہر بات کو قرآن و حدیث ہی سمجھتے ہیں۔

انھیں کی کہی ہوئی باتیں بار بار دہراتے رہتے ہیں اور اس شان سے کہ گویا قرآن و حدیث ہی کی تلاوت فرما رہے ہوں۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ رجسٹرڈ جماعت کے لوگ ان باتوں کے خلاف کچھ سننے پر کم ہی آمادہ نظر آتے ہیں اور اس ''ذہن سازی'' کی بنا پر یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہم بلکہ صرف اور صرف ہم ہی قرآن مجید اور سنت کو ماننے والے خالص اسلام پر عمل کرنے والے ہیں۔ اس مضمون میں زیر بحث آنے والے انکے ''فتاویٰ اور قیاسات'' پڑھ کر شاید ان کی یہ خوش فہمی یا غلط فہمی دور ہو جائے۔ اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ ایسا ہی ہو۔

رجسٹرڈ جماعت کے فتوے اور قیاسات:

یاد رہے کہ مسعود صاحب نے ''دینی جماعت'' ہونے کی پہلی نشانی یا شرط جو بتلائی وہ یہ ہے کہ ''دینی جماعت'' وہ نہیں جو فتوؤں اور قیاسات پر چلتی ہو'' آیئے انکے اس اصول کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ کیا رجسٹرڈ جماعت ایک دینی جماعت ہے؟

افتراء علی اللہ:

۱) مسعود صاحب نے لکھا: ''اللہ تعالیٰ کو یہ تو گوارہ ہے کہ کوئی گھر میں بیٹھ کر بت کی پوجا کرے یا آگ کی یا کسی اور چیز کی'' (حق کیسے غالب ہوتا ہے؟ ص ۱۸، آئینہ دار ص ۲۶۸)

اللہ تعالیٰ کو کیا گوارا ہے اور کیا نہیں ہم یہ بات بغیر دلیل کے نہیں جان سکتے۔ مسعود صاحب نے اس کی کوئی دلیل بیان نہیں کی اور نہ اس کی کوئی دلیل ہے۔ یہ تو مسعود صاحب کا

قیاس ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بت یا آگ کی پوجا گوارا ہے۔ (نعوذ باللہ)

۲) مسعود صاحب نے لکھا: ''جماعت المسلمین کو خوشخبری دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' (ہمارا نام صرف ایک ص ۵، آئینہ دار ص ۵۸)

یہ بھی ان کا قیاس ہے، ایسی کوئی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ''جماعت المسلمین'' کو خوشخبری دی۔

رسول اللہ ﷺ پر خطرناک فتوے:

۳) مسعود صاحب نے لکھا: ''ان فرقوں کا تو یہ حال ہے کہ آیت کچھ کہے، حدیث کچھ لیکن یہ اپنے مذہب پر اڑے رہتے ہیں۔ کیا یہ ایمان ہے؟ مثلاً قرآن مجید میں ہے... وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا (الاعراف ۲۰۴) جب قرآن مجید پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو لیکن مذہب میں کہ سورۂ فاتحہ پڑھتے رہو۔ کیا یہ حکم الٰہی کی خلاف ورزی نہیں ہے؟ (الجماعۃ: ص ۱۳، آئینہ ص ۵۸۲)

چند مثالیں دینے کے بعد لکھا:

''اگر ''الجماعۃ'' کی یہی خصوصیات ہیں تو ایسی ''الجماعۃ'' سے اللہ کی پناہ۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ اسلام کے متوازی، خود ساختہ، قرآن مجید کے خلاف بنانے والے کون لوگ تھے''

(الجماعۃ: ص ۱۶، آئینہ دار ص ۵۸۳)

مسعود صاحب کی بات واضح ہے کہ من جملہ مسائل کے ''قرآن مجید کی تلاوت کے دوران سورۂ فاتحہ پڑھنا مذہب میں ہے اور یہ حکم الٰہی کی خلاف ورزی نیز اسلام کے متوازی خود ساختہ اور قرآن مجید کے خلاف اسلام بنانا ہے۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا ''سمجھ میں نہیں آتا کہ.....کون لوگ تھے؟''

آپ اسی مسئلہ کے متعلق خود مسعود صاحب ہی کے قلم سے دلائل ملاحظہ کیجئے کہ تلاوتِ قرآن مجید کے دوران سورۂ فاتحہ پڑھ لینے کا حکم دینے والے کون تھے؟ لکھا ہے:

''حضرت عبادہ بن صامت ؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے صلوٰۃ الفجر پڑھ رہے

تھے، رسول اللہ ﷺ نے قرأت کی تو آپؐ پر قرأت کرنا بھاری ہو گیا۔ پھر جب آپؐ صلوٰۃ سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''شاید تم امام کے پیچھے بھی پڑھتے ہو؟ ہم نے کہا ''ہاں یا رسول اللہ جلدی جلدی پڑھ لیتے ہیں'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''سوائے سورۂ فاتحہ کے اور کچھ مت پڑھا کرو، کیونکہ بغیر سورۂ فاتحہ کے صلوٰۃ نہیں ہوتی'' (رواہ ابو داؤد۔ سکت علیہ المنذری وحسنہ الترمذي وصححہ ابو داؤد والدارقطني وابن حبان والحاکم واحمد محمد شاکر (تعلیقات احمد محمد شاکر علی الترمذی) وقال البیهقي هذا اسناده صحیح ورواته ثقات (کتاب القرأۃ للبیہقی ص۴۳)

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ''کیا تم ایسی حالت میں کہ میں بلند آواز سے قرأت کرتا ہوں پڑھتے ہو؟ ہم میں سے کسی نے کہا ہم ایسا ہی کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میں کہتا تھا کیوں مجھ سے قرآن میں منازعت کی جارہی ہے جب میں بلند آواز سے قرأت کروں تو قرآنِ مجید میں سے کچھ نہ پڑھا کرو سوائے سورۂ فاتحہ کے'' [رواہ ابو داود والدار قطني وقال الدارقطني هذا اسناد حسن ورجاله ثقات کلهم (دار قطنی جلد اول ص۱۲۱) نوٹ: نافع بن محمود کو امام بیہقی نے بھی ثقہ کہا ہے (کتاب القراءۃ ص۴۳) امام بخاری کی سند میں نافع بن محمود نہیں ہیں اور اس کی سند حسن ہے (جزء القراءۃ ص۱۸)

اس شانِ نزول کو نہ صرف عبادہؓ نے بلکہ مندرجہ ذیل صحابیوں نے بھی روایت کیا ہے۔

(۱) حضرت انسؓ (البیهقي في کتاب القراءۃ ص۴۸، ص۴۹ ...ورواه البخاری في جزءہ وسندہ صحیح ص۵۲)

(۲) عن رجل من اصحاب النبی ﷺ (رواہ البیهقي في کتاب القراءۃ ص۵۱ وقال هذا حدیث صحیح ص۵۲)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ (رواہ البیهقي في کتاب القراءۃ ص۵۳ ورواه البخاري في جزء القراءۃ ص۱۷ ورواته ثقات وسنده صحیح)

(صلوٰۃ المسلمین اشاعت اول سالِ طباعت ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء)

(نوٹ: اختصار کی خاطر ہم نے عربی عبارت نقل نہیں کی)

اس حدیث سے واضح ہے کہ نماز میں "بلند آواز" سے قرأتِ قرآن کی حالت میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم کس ہستی نے دیا۔ مسعود صاحب نے خود لکھا ہے:

"حدیث عبادہؓ میں خطاب ہی آپ نے مقتدیوں سے فرمایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ یہ ہیں ... یعنی جب میں بلند آواز سے قرأت کروں تو قرآن میں کچھ نہ پڑھو سوائے سورۂ فاتحہ کے اس لئے کہ اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی (ابوداؤد)۔... حدیث عبادہؓ میں حکم عام ہے اور خطاب خاص ہے۔ لہٰذا خود رسول اللہ ﷺ نے ہی مقتدی اور غیر مقتدی کو اس میں شامل کر دیا ہمارا کیا قصور ہے؟"

(تلاش حق ص ۱۷۹ یہ ۳۰ ستمبر ۱۹۶۲ بروز اتوار کی تحریر ہے ص ۱۷۵، التحقیق فی جواب التقلید ص ۹)

نیز لکھا: یہ حدیث متعدد صحابہؓ سے متعدد اسناد کے ساتھ مروی ہے اور اس کی صحت میں کچھ شبہ نہیں اس حدیث کی موجودگی میں تقی صاحب کی مفروضہ اُلجھن کالعدم ہو گئی۔ یعنی مقتدی کو جہری قرأت کی صورت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے"

(التحقیق فی جواب التقلید ص ۲۸ یہ تقریباً ۱۹۶۵ء کا تبصرہ ہے دیکھئے اسی کتاب کا ص ۱۶)

ان تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرصہ دراز سے مسعود صاحب کو ان احادیث کا پختہ علم تھا، ان کی صحت کا پختہ وثوق تھا کہ "بلند آواز سے قرأتِ قرآن مجید کی حالت میں مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا" اور مقتدیوں ہی کو یہ حکم دیا لیکن انجان بنتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ "سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ اسلام کے متوازی، خودساختہ، قرآن مجید کے خلاف اسلام بنانے والے کون لوگ تھے" (کما مر)۔

مسعود صاحب کی اپنی تحریرات پڑھ کر بتایئے کہ کیا رسول اللہ ﷺ پر اسلام کے متوازی، خودساختہ اور قرآن مجید کے خلاف اسلام بنانے کا صریح بہتان اور فتویٰ نہیں؟

اہل حدیث سے بغض میں اتنی شدت کہ اپنی مسلمہ احادیث صحیحہ سے ثابت شدہ مسئلے پر اتنے سخت فتوے لگا دیئے۔ (نعوذ باللہ)

اگر رسول اللہ ﷺ ہی متوازی اور خلافِ قرآن مجید اسلام بنانے والے تھے تو پھر صحیح اسلام کس نے پیش کیا؟

تنبیہ: سکتات کے مسئلہ کی حقیقت جاننے کے لئے ہمارا رسالہ "نماز میں سکتات کا مسئلہ اور جماعت المسلمین رجسٹرڈ" ملاحظہ کیجئے!

فرشتے اور رجسٹرڈ جماعت:

٤) مسعود صاحب نے فرشتوں سے متعلق لکھا: "فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تحمید وتقدیس بیان کرنے کا طریقہ بتادیا تھا.... اور اسی بنیاد پر وہ اپنے آپ کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔ اگرچہ انہوں نے صراحتاً اس بات کا ذکر نہیں کیا لیکن ان کے دل میں یہ خیال موجود تھا جو دلالۃ النص سے ثابت ہے۔" (تفسیر قرآن عزیز ج ۱ص ۲۰۲)

جب صراحتاً اس بات کا ذکر نہیں تو مسعود صاحب کو کیسے معلوم ہوا کہ "اُن کے دل میں یہ خیال موجود تھا۔" یہ مسعود صاحب کا قیاس ہے!

مسعود صاحب نے ایک مقام پر لکھا:

"عورتوں کا حاملہ ہونا اور ایک ہزار کی گنتی یہ ایسی باتیں ہیں کہ سوائے اللہ جل جلالہ کے دوسرے کو ان کا علم نہیں ہوسکتا۔ یہ علم غیب کا معاملہ ہے اور علم غیب اللہ جل جلالہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ یہ توحید کا مسئلہ ہے اور محض اسی بنیاد پر اس افتراء پردازی کا پردہ چاک کیا جاسکتا ہے لیکن المدائنی جن کو بہت معتبر مؤرخ سمجھا جاتا ہے یہ لکھتے ہوئے غیرت آئی اور نہ ابن کثیر کو جو ایک بہت بڑے محدث تھے ابن کثیر کو تو اصولِ توحید کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بیان کو مسترد کردینا چاہئے تھا لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوا" (تاریخ مطول ص ۴۲۔۴۳)

المدائنی اور ابن کثیر نے "اصولِ توحید" کو قطعاً پامال نہیں کیا۔ انھوں نے بحیثیتِ مورخ صحیح غلط سب کچھ جمع کردیا۔ محقق کی ذمہ داری ہے کہ وہ تحقیق کرتے ہوئے قبول کرے یا رد کردے۔ اس کا علمِ غیب سے بھی کوئی تعلق نہیں۔!

کیا "دل کا حال جاننا" علم غیب نہیں۔ یہ توحید کا مسئلہ نہیں؟ کیا کسی کے دل کا حال اللہ تعالیٰ

کے بتلائے بغیر جانا جاسکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو مسعود صاحب نے بغیر دلیل کے یہ کیسے لکھ دیا فرشتوں کے "دل میں یہ خیال موجود تھا"؟

مسعود صاحب نے اپنی اس بات کے دفاع میں چند مفسرین کے حوالے نقل کرنے کے بعد یہ لکھ دیا کہ: "کیا ان تمام علماء نے فرشتوں کے مافی الضمیر کا دلالۃ النص سے اندازہ لگا کر شرک کیا؟ معترضین جواب دیں" (تاریخ مطول ص ۴۲، ۴۳)

لطف کی بات یہ ہے کہ مسعود صاحب کی محولہ تفسیر میں سے کسی مفسر نے "دل میں خیال" کی موجودگی کا ذکر نہیں کیا۔ رہا مسعود صاحب کا سوال اور مطالبۂ جواب تو اس سے متعلق عرض ہے کہ آپ کے اصولوں کے مطابق یہ تمام مفسرین جن کے متعلق آپ کا سوال ہے چند ایک کے علاوہ سب ہی "شرک" میں مبتلا تھے۔ پھر ان کے شرک کرنے سے متعلق سوال ہی فضول ٹھہرتا ہے۔ پھر ان مفسرین میں سے کسی بھی مفسر نے اپنی تفسیر کے متعلق وہ دعوے نہیں کئے جو مسعود صاحب مقدمہ تفسیر میں کر چکے ہیں۔ نہ کسی نے اپنی تفسیر میں "شک کے ادنی سے بھی گنجائش" کی نفی کی، لہٰذا مسعود صاحب پر اعتراض برقرار رہتا ہے۔ پھر مسعود صاحب کا یہ الزامی جواب ان کے کئی اصول کے خلاف ہے۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

خودساختہ احادیث:

مسعود صاحب نے لکھا ہے:

"سنتے اور پڑھتے آئے ہیں کہ پہلے زمانہ میں بعض دشمنانِ اسلام نے حدیثیں گھڑیں، لیکن ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں کہ اس زمانہ میں بھی حدیثیں گھڑی جارہی ہیں"

(مذہب اہلحدیث کی حقیقت ص ۱۳، آئینہ دار ص ۵۵۳)

جب ہم رجسٹرڈ جماعت کے بانی اور امیر ثانی کی گھڑی ہوئی احادیث اور آثار دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مسعود صاحب کی یہ حیرت بالکل مصنوعی اور بناوٹی تھی۔

۵) مسعود صاحب نے لکھا:

"مسلمین کی جماعت کا نام اللہ کے رسول ﷺ نے جماعت المسلمین رکھا تھا"

(جماعت المسلمین کا تعارف ص ۳، آئینہ دار ص ۱۷)

اگر یہ گھڑی ہوئی حدیث نہیں تو حوالہ درکار ہے جس میں نام رکھنے کی صراحت ہو۔

حدیث "تلزم جماعة المسلمين و امامهم" سے یہ بات قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔

پھر سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی اس حدیث کی ایک سند میں یہ الفاظ بھی ہیں:

"تلزم جماعة الناس و إمامهم" (البحر الزخار ۷/ ۳۶۴ ح ۲۹۶۲، وسندہ صحیح)

تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ "جماعة الناس" جماعت کا نام رسول اللہ ﷺ نے رکھا تھا؟

۶) مسعود صاحب نے لکھا:

"جب رسول اللہ ﷺ ایمان والوں کی جماعت کا نام رکھ چکے تو اس کے بجائے دوسرا نام کیوں رکھیں" (الجماعۃ ص ۴۱، آئینہ دار ص ۶۱۰)

۷) رجسٹرڈ جماعت کا "شعبہ نشر و اشاعت" اپنے بانی امیر صاحب کی گھڑی ہوئی اس حدیث کے مطابق اپنے "امتیازی اوصاف" بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے: "جماعت المسلمین رسول اللہ ﷺ کے رکھے ہوئے نام "جماعت المسلمین" ہی سے موسوم ہے"

(تلاشِ حق ص ۲۰۳، اشاعت نمبر ۱۱، سال طباعت ۲۰۰۴ء، جماعت المسلمین پر اعتراضات اور ان کے جوابات ص ۸۰ کے بعد، فرقوں میں جماعت کی پہچان ص ۱۵، سلسلہ اشاعت ۱۲۷ شعبان ۱۴۱۶ھ، عصمتِ رسول ﷺ ص ۳۲)

حالانکہ یہ تو مسعود صاحب کی ایجاد ہے، ان کا قیاس و ذاتی رائے ہے، لیکن اس کے باوجود ان کے شعبہ نشر و اشاعت میں اس موضوع حدیث کی اشاعت کا حق ادا کر دیا۔

۸) مسعود صاحب نے لکھا:

"مقتدی کی قراءت کے لئے سکتے کرنا رسول اللہ ﷺ کا حکم" (تلاشِ حق ص ۱۲۸)

یہ حکم کہاں ہے؟ حوالہ درکار ہے۔

۹) مسعود صاحب نے لکھا:

"اس حدیث نے وہ پوری کیفیت بتا دی جس کیفیت سے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ہدایت کی تھی" (صلوٰۃ المسلمین ص ۳۳۹)

''پوری کیفیت'' اور ''جس کیفیت'' کے الفاظ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مسعود صاحب کے نزدیک رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کسی ''مخصوص کیفیت'' یا طریقہ سے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ''ہدایت'' دی تھی۔ اگر یہ مسعود صاحب کا قیاس اور اس قیاس کی رسول اللہ ﷺ کی طرف باطل نسبت نہیں تو پھر مسعود صاحب کا دعویٰ ثابت کیا جائے۔!

۱۰) انکے امیر ثانی اشتیاق صاحب نے لکھا:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرقے ہوں گے اور فرقوں کے زمانے میں بھی جماعتِ حقہ جماعت المسلمین ہی ہوگی'' (مختلف ادوار اور جماعت المسلمین ص ۲۴)

۱۱) اشتیاق صاحب نے اس سلسلے میں اس سے بڑھ کر یہ بھی لکھ ڈالا:

''احادیث سے ثابت ہے کہ جب فرقے دندنا رہے ہونگے تو جماعت المسلمین ہی جماعت حقہ ہوگی'' (ایک معترض کی غلط فہمیاں ص ۹)

اپنے ''قیاس'' کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بتائیں کہ یہ دونوں احادیث کہاں ہیں؟

صبح کا وتر؟؟؟

۱۲) ''نبی ﷺ صبح کی نماز میں صبح کا وتر اور رات کی (نماز) کے وتر میں یہی پڑھا کرتے تھے'' (تحقیق صلاۃ ص ۲۳۵)

نبی ﷺ سے متعلق یہ حدیث اگر خود ساختہ نہیں ہے تو بتلایئے یہ ''صبح کا وتر'' کیا چیز ہے؟ جب ایسی کسی چیز کا وجود ہی نہیں تو اشتیاق صاحب کے الفاظ میں بیان کردہ یہ ''حدیث'' یقیناً ان کی اپنی صناعی اور ایجاد ہے، لہٰذا یقیناً موضوع ہے۔

دائرہ اسلام سے خارج:

۱۳) اشتیاق صاحب نے ایک حدیث گھڑتے ہوئے لکھا: ''محمد مصطفیٰ ﷺ نے امیر کی بیعت نہ کرنے والوں کو اسلام سے خارج قرار دیا'' (بے حکومت امیر کی بیعت ص ۴۶)

رسول اللہ ﷺ پر بہتان:

۱۴) اشتیاق صاحب امیر رجسٹر جماعت نے رسول اللہ ﷺ پر بہتان گھڑتے ہوئے لکھا:

''ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص صبح کی فرض نماز کے بعد دو زانو بیٹھے اس سے قبل کہ وہ کسی سے بات کرے یہ دس مرتبہ پڑھ لے.... سارا دن برے کاموں سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ سارے دن میں کسی گناہ کو پہنچے سوائے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کے (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح وکتاب الاذکار ص ۱۰۳ للنووی)'' (دعوات المسلمین حصہ دوم ص ۲۷، اشاعت اول ص ۱۷۔۱۸)

خط کشیدہ الفاظ پر غور کیجئے! اشتیاق صاحب رسول اللہ ﷺ کی طرف جو کچھ منسوب کر چکے ہیں اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس دعا کے پڑھنے والے کے لئے باقی گناہ کو پہنچنا یا گناہ کرنا تو جائز نہیں لیکن ایک استثناء ہے کہ وہ ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرلے'' (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) ان کے بقول رسول اللہ ﷺ نے ''ظلم عظیم'' اور ''اکبر الکبائر'' شرک باللہ کو جائز کردیا۔ (استغفر اللہ)

تنبیہ: اشتیاق صاحب کی یہ کتاب پہلی بار ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئی ہے، اس طرح تقریباً چھ سال گزر چکے ہیں۔

بلند و بانگ دعووں کی شاہکار اس رجسٹرڈ جماعت کے کسی ایک فرد نے بھی یہ جسارت نہیں کی کہ اپنے ''امیر کل عالم'' صاحب سے عرض کریں کہ جی! یہ آپ کیا الم غلم لکھتے رہتے ہیں؟ اب آپ کی بیباکی کا یہ عالم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف شرک باللہ کے جواز کی باطل نسبت کردی؟ سب کے سب تقلید میں بے خبر پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن زعم یہ ہے کہ صرف اور صرف یہی لوگ حق پر ہیں اور ان کی جماعت ''جماعتِ حقہ''۔ حالانکہ یہ لوگ اپنی طرف شرک کی نسبت کو قطعاً پسند نہیں کرتے جیسا کہ اشتیاق صاحب نے لکھا:

''رسالہ حبل اللہ'' اشاعت نمبر ۹ ص ۳۵ پڑھا۔ پڑھ کر حیرت ہوئی کہ خود ساختہ توحید پرست ضد اور ہٹ دھرمی میں جماعت المسلمین کی طرف شرک جیسے قبیح فعل کو منسوب کر کے جماعت المسلمین کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں''۔

(خلافت ارضی اور فرشتے ص ۲ سال طباعت ۱۴۱۷ھ)

آخر اس وقت حیرت کیوں نہ ہوئی جب خود جناب نے رسول اللہ ﷺ کی طرف شرک جیسے قبیح فعل کے جواز کو منسوب کر دیا۔ اپنے معاملہ میں اتنے حساس اور ہوشیار کہ فوراً کتابچہ لکھ بیٹھے اور سولہ صفحات سیاہ کر دیئے اور رسول اللہ ﷺ کے معاملہ میں ایسے نادان اور غافل! اگر ان کے دلوں میں واقعتاً عظمتِ رسول اللہ ﷺ کا جذبہ ہے تو اعلانیہ رجوع کریں اور توبہ نامہ اس طرح شائع کریں جس طرح اپنی صفائی میں کیا۔

مسعود صاحب کا افتراء:

۱۵) اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتے ہوئے مسعود صاحب نے لکھا:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ) یہ تدبیر یوسف کے لئے ہم نے کی تھی تاکہ وہ اپنے بھائی کو روک سکیں ... ہم نے یوسف کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے بھائی کے پالان میں شاہی جام چھپا دیں" (تفسیر قرآن عزیز ۵/۴۴۹)

خط کشیدہ الفاظ اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ حکم کہاں دیا؟ اس کی دلیل کیا ہے؟

یوسف علیہ السلام پر بہتان:

۱۶) مسعود صاحب نے یوسف علیہ السلام پر بہتان تراشتے ہوئے لکھا:

"یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا سامان سفر تیار کرتے وقت شاہی جام (خفیہ طور پر) اپنے حقیقی بھائی کے پالان میں رکھ دیا" (تفسیر قرآن عزیز ج ۵ ص ۴۹۳، تاریخ مطول ص ۱۲۳)

یوسف علیہ السلام پر یہ رجسٹرڈ جماعت کے امام کا بہتانِ عظیم ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی کے سامان میں "شاہی جام" رکھا تھا۔ اس کی کوئی دلیل نہیں اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا:

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ○ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ○ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ○

پھر جب اُس (یوسف علیہ السلام) نے انھیں ان کا سامان تیار کروایا تو پینے کا برتن اپنے بھائی کے سامان میں رکھ دیا۔ پھر ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا: اے قافلے والو! تم تو یقیناً

چور ہو۔ انھوں نے کہا: جب وہ ان کی طرف متوجہ تھے، تم کیا چیز گُم پاتے ہو؟ انھوں نے کہا: ہم بادشاہ کا پیمانہ گم پاتے ہیں اور جو اُسے لے آئے اس کے لئے ایک اونٹ کا بوجھ (غلّہ وغیرہ) ہوگا اور میں اس کا ضامن ہوں۔ (یوسف: ۷۰۔۷۲)

ان آیات میں یہ بات ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کے سامان میں ''السقایہ'' رکھا جس کا مطلب ہے ''پینے کا برتن یا کٹورا'' اس میں یہ بات کہاں ہے کہ ''شاہی جام یا (بادشاہ کے) پانی پینے کا کٹورا'' اپنے بھائی کے سامان میں رکھ دیا تھا۔ جیسا کہ مسعود صاحب نے اس آیت کے ترجمہ میں لکھا۔؟

پھر اگلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ''صُوَاعَ الْمَلِكِ'' بادشاہ کا پیمانہ کھو گیا تھا۔ جس کا اعلان ہوا یوسف علیہ السلام نے تو ''السقایہ'' رکھا تھا نہ کہ ''صواع الملک''۔ مسعود صاحب نے اپنے قیاس سے کچھ کا کچھ سمجھ لیا۔ تفسیر لکھنے تو بیٹھ گئے لیکن قرآن مجید کی آیات پر تدبر نہیں کیا پھر اپنی تفسیر کے امتیازی اوصاف بیان کرتے ہوئے مقدمہ میں لکھا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ (بنی اسرائیل: ۳۶) جس چیز کا تمھیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو۔ اس حکم الٰہی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم نے قرآن مجید کی تلمیحات پر جن کے متعلق ہمیں کوئی صحیح علم نہ ہو سکا کوئی روشنی نہیں ڈالی...... ان بحثوں کو شامل کرنے سے تفسیر میں غیر یقینی چیزیں شامل ہو جاتیں اور اسطرح تفسیر کا معیار گر جاتا'' (تفسیر قرآن عزیز ج ا ص ۱۱)

اور اپنی اس تفسیر کے متعلق ایسا دعویٰ کر بیٹھے کہ میری معلوت کے مطابق آج تک کسی نے ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ چنانچہ مسعود صاحب نے لکھا: ''اس تفسیر کو پڑھ کر ہر ایک شخص محسوس کرے گا کہ وہ جو کچھ پڑھ رہا ہے یقیناً صحیح ہے۔ اس میں کسی قسم کے شبہ کی ادنیٰ سی بھی گنجائش نہیں'' (تفسیر قرآن عزیز ج ا ص ۱۱)

''ہر شخص'' سے متعلق تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ مسعود صاحب کی اس تفسیر کے ''جو کچھ'' کو ''یقیناً صحیح'' سمجھے، البتہ تقلیدی ذہن کے کسی مقلد شخص سے یہ بعید نہیں کہ وہ ''قولِ امام'' پر یقین رکھے اور ان کے زبان وقلم سے نکلے ہوئے ''جو کچھ'' ہو اُسے ''یقیناً صحیح'' سمجھے اور

یقین کرے کہ "اس میں کسی قسم کے شبہ کی ادنیٰ سی بھی گنجائش نہیں"

یہ تو قرآن مجید کا وصف ہے، نہ کہ کسی امتی کی تفسیر کا۔

اللہ تعالیٰ، قرآن مجید اور یوسف علیہ السلام پر افتراء:

۱۷) اشتیاق صاحب نے لکھا: "قرآن مجید میں بھی کچھ باتیں ایسی ہیں جسے عقل تسلیم نہیں کرتی مگر ہم مانتے ہیں ہمارا ایمان ہے کیونکہ وہ قرآن مجید میں ہے مثلاً ....۲ حضرت یوسف کا اپنے بھائی کے بورے میں چاندی کا جام رکھ دینا اور قافلے والوں کو چور کہنا۔ (قرآن مجید)" (خلافت ارضی اور فرشتے ص ۱۵، ص ۷ا سال طباعت ۱۴۱۷ھ)

قرآن مجید میں یہ بات کہاں ہے کہ یوسف علیہ السلام نے "چاندی کا جام" رکھا تھا اور "قافلہ والوں کو چور کہا"؟ ہم گزشتہ سطور میں یہ آیات نقل کر آئے ہیں۔ دوبارہ دیکھ لیں ان میں تو ایسی کوئی بات نہیں یہ اشتیاق صاحب کا اللہ تعالیٰ، قرآن مجید اور یوسف علیہ السلام پر صریح بہتان ہے کہ اشتیاق صاحب نے خانہ ساز باتوں کو ان کی طرف منسوب کر دیا۔ حالانکہ یہ تو مسعود صاحب بھی لکھ چکے ہیں کہ "پھر جب خدام نے دیکھا کہ شاہی کٹورا غائب ہے تو ان میں سے ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا اے قافلہ والو تم چور ہو" (قرآن عزیز ج ۵ ص ۴۴۷)

لگتا ہے اشتیاق صاحب نے اپنی جماعت کی کتب کا بھی بغور مطالعہ نہیں کیا۔

قرآن مجید میں یہ بات قطعاً نہیں کہ یوسف علیہ السلام نے "قافلہ والوں کو چور کہا"

کاش "فقاہت" کے مدعی اشتیاق صاحب ذرا اس بات پر غور کرتے، اگر یوسف علیہ السلام خود ہی "چاندی کا جام" رکھتے، تو یقینی طور پر یہ "قافلہ والوں کی چوری" نہ ہوتی، ایسی صورت میں خود ہی انھیں چور قرار دینا یقیناً جھوٹ ہوتا۔ اللہ کے رسول کبھی جھوٹ نہیں بولتے، لیکن اشتیاق صاحب کے اس "بہتان" سے یوسف علیہ السلام کا "جھوٹ" بولنا لازم آتا ہے۔

(نعوذ باللہ)

رجسٹرڈ جماعت کے مقلدین ۱۴۱۷ھ سے لے کر ۱۴۳۲ھ تک خاموش بیٹھے ہیں، کسی کو توفیق نہیں کہ اصلاح کرا دیں۔!

۱۸) مسعود صاحب نے لکھا: ''(البقرہ: ۳۴) لہٰذا اس آیت اور اس جیسی اور کئی آیات سے ثابت ہوا کہ ابلیس فرشتہ تھا۔ یہ ہے تعلیمات قرآن''، اب اس تعلیمات قرآن کے خلاف ہمیں یہ آیت ملتی ہے۔ کَانَ مِنَ الْجِنِّ (الکھف: ۵۰) ابلیس جنوں میں سے تھا۔ بتائیے کیا یہ آیت قرآنی تعلیمات کے منافی ہونے کی وجہ سے جعلی ہوگی؟'' (تفہیم اسلام ص ۵۰۲)

دیگر باتوں سے قطع نظر صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ کسی ایک آیت سے بھی یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ ''ابلیس'' فرشتہ تھا چہ جائیکہ کئی آیات سے یہ محض مسعود صاحب کا ''قیاس'' ہے۔

(تفصیل کیلئے دیکھئے: ماہنامہ الحدیث: ۳۴ ص ۹ تا ۱۳)

۱۹) مسعود صاحب نے لکھا:

''بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ (المآئدہ: ۶۴) اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ وہ کوئی جسم رکھتا ہے جس میں ہماری طرح دو ہاتھ ہیں، لہٰذا یہ آیت سراسر شانِ الوہیت اور قرآنی تعلیمات کے منافی ہے۔ اب اس آیت کو کیا کہیں؟.....''

(تفہیم اسلام ص ۵۰۳)

یہ بھی مسعود صاحب کا خالص ''قیاس'' ہے کہ یہ آیت بتاتی ہے کہ وہ کوئی جسم رکھتا ہے اور ''ہماری طرح'' دو ہاتھ ہیں۔ آیت میں تو صرف ''اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھوں کا ذکر ہے'' بس ''ہماری طرح'' والی بات مسعود صاحب نے اپنی طرف سے بیان کی ہے، جبکہ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کوئی چیز اللہ تعالیٰ جیسی نہیں۔ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ۔

۲۰) مسعود صاحب نے لکھا: ''اس قسم کی تقریباً سو آیات پیش کی جا سکتی ہیں'' (حوالہ بالا)

یہ بھی اُن کا مبالغہ آمیز ''قیاس'' ہے کہ ''اس قسم کی تقریباً سو آیات پیش کی جا سکتی ہیں'' جن میں ''ہماری طرح'' جسم کا اثبات ہو۔ (نعوذ باللہ)

جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے جمیع افراد اپنی اپنی موت تک بھی تلاش کریں تو پھر بھی کوئی ایک ''اس قسم'' کی آیت پیش نہیں کر سکتے۔

کجا یہ غلو آمیز بات کہ سو آیات پیش کی جا سکتی ہیں۔!

۲۱) مسعود صاحب نے لکھا: ''اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ (الطلاق:۱۲) اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور ان ہی کے مثل (سات) زمینیں بنائیں۔'' چونکہ زمین صرف ایک ہے'' (تفہیم اسلام ص ۵۱۱)

یہ بھی مسعود صاحب کا ''قیاس'' ہے کہ زمین صرف ایک ہے!

اور آیت بالا کے بالکل خلاف ہے۔

۲۲) مسعود صاحب نے لکھا: ''کوہِ طور آج بھی موجود ہے لیکن قرآنِ مجید کہتا ہے: جَعَلَهٗ دَكًّا (الاعرف:۱۴۳) تجلّیاتِ الٰہی نے اسے ریزہ ریزہ کر دیا'' (تفہیم اسلام ص ۵۱۷)

یہ بھی مسعود صاحب کا ''قیاس'' ہے ورنہ اس آیت میں یہ بات بالکل بھی نہیں کہ ''طور پہاڑ'' ریزہ ریزہ ہوا تھا۔

۲۳) مسعود صاحب نے لکھا:

''ایسی آیات ضرور موجود ہیں جو صرف ''ربنا اللہ'' کہنے پر جنت کا وارث بنا دیتی ہے۔ سنیئے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا.....(حٰمٓ السجدہ:۳۰) بے شک جن لوگوں نے کہا ''ربنا اللہ'' ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے تو اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو کہتے ہیں نہ ڈرو نہ غم کھاؤ اور جنت کی بشارت سنو!'' (تفہیم اسلام ص ۵۲۳۔۵۲۷)

دیکھ لیجئے آیت میں تو ہے کہ ''جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اُس پر ڈٹے رہے، جمے رہے استقامت اختیار کی'' تو ان کے لئے جنت کی بشارت ہے نہ کہ ''صرف'' ربنا اللہ کہہ دینے پر، لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ ''صرف'' والی بات بھی مسعود صاحب کی رائے اور ''قیاس'' ہے۔

۲۴) مسعود صاحب نے لکھا:

''اب قرآنِ مجید کی آیت سنیئے: تَغْرُبُ فِیْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ (الکھف:۸۶) سورج کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتا ہے۔ بتایئے جو آیت سورج کو کیچڑ میں ڈبوتی ہے'' (تفہیم ص ۵۲۸)

یہ محض مسعود صاحب کا ''قیاس'' ہے کوئی آیت سورج کو کیچڑ میں نہیں ڈبوتی۔ یہ آیت

اس طرح ہے کہ "حَتّٰی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَھَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَۃٍ وَّ وَجَدَ عِنْدَھَا قَوْمًا"

یہاں تک کہ وہ سورج غروب ہونے کے مقام پر پہنچا تو اُس (ذوالقرنین) نے اُسے پایا کہ وہ دلدل کے چشمے میں غروب ہو رہا ہے (الکھف:۸۶)

یہ ذُوالقرنین کے "مشاہدہ" کا بیان ہے کہ اُس نے ایسا پایا۔ کوئی قاعدہ بیان نہیں ہو رہا کہ "سورج کیچڑ کے چشمہ" میں غروب ہوتا ہے۔

۲۵) مسعود صاحب نے لکھا:

"فَلَمَّا جَآءَھَا نُوْدِیَ اَنْ بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّارِ......(النمل:۸۔۹)

ترجمہ: پس جب موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو آواز آئی کہ جو ہستی آگ میں اور آگ کے اطراف میں ہے وہ برکت والی ہے......

پہلی آیت میں ہے کہ آگ سے آواز آئی۔" (تفہیم ص۵۳۲۔۵۳۱)

یہ بھی مسعود صاحب کا خالص "قیاس" ہے۔ آیت اور مسعود صاحب کا ترجمہ آپ کے سامنے ہے۔ اس میں کسی لفظ کا یہ مطلب نہیں کہ "آگ سے آواز آئی"۔ قرآن مجید کی اس آیت میں تو کیا کسی بھی آیت میں یہ بات نہیں کہ "آگ سے آواز آئی"

۲۶) **جہاد کی اہمیت گھٹانے والی آیات:**

مسعود صاحب نے سورۃ المؤمنون: ۱ تا ۱۱ نقل کرنے کے بعد لکھا:

"ان آیات میں کہیں جہاد کا ذکر نہیں اور باوجود اس کے جنت الفردوس کا وعدہ ہے کیونکہ یہ **آیات جہاد کی اہمیت گھٹاتی ہیں**" (تفہیم اسلام ص۵۱۸)

یہ مسعود صاحب کا "قیاس" ہے۔ قرآن مجید کی ان آیات میں قطعاً ایسی کوئی بات نہیں جو "جہاد" کی اہمیت کو گھٹاتی ہو۔

۲۷) **راہب یا راہبہ بن جانا:**

مسعود صاحب نے سورۃ مزمل: ۸، آل عمران: ۳۵، ۳۹ اور ۴۷ نقل کر کے لکھا:

''ان آیات سے معلوم ہوا کہ ترکِ دنیا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اگر مرد وعورت راہبانہ زندگی گزاریں تو یہ اس کو محبوب ہے۔ یعنی راہب (MONK) وراہبہ (NUN) بن جانا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے'' (حوالہ بالا ص ۵۲۱) (استغفر اللہ)

یہ محض مسعود صاحب کا باطل قیاس اور قرآن مجید کے خلاف ان کی غلط بیانی ہے۔ برق صاحب کی باتیں کتنی ہی غلط کیوں نہ ہوں، قرآن مجید کی محولہ بالا آیات کا یہ مفہوم کسی طرح نہیں بنتا کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کو عورت کا راہبہ (NUN) بن جانا پسند ہے۔

مسعود صاحب نے لکھا:

''قرآن کا اسلام تو ''بڑا آسان اسلام'' ہے، مشکل تو اس کو ان ''قیود'' نے بنا دیا جو احادیث میں مذکور ہیں۔ ورنہ

(۱) دعا مانگ لو صلوٰۃ ادا ہو گئی۔ ۲۔ پاکیزگی اختیار کر لو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔

۳۔ صلوٰۃ میں ریاح خارج ہو جائے۔ وضو سلامت رہے۔

۴۔ ناچ ورنگ کی محفلیں قائم کرو کوئی ممانعت نہیں۔

۵۔ فنونِ لطیفہ سے دلچسپی لو کوئی حرج نہیں۔

۶۔ تاش وشطرنج سے لطف اٹھاؤ کوئی مضائقہ نہیں۔

۷۔ قحبہ خانہ کھولو کوئی ممانعت نہیں ہاں کسی عورت کو زبردستی قحبہ خانہ میں مت بٹھاؤ۔''

(تفہیم اسلام ص ۲۳۲)

درج بالا لغو، لایعنی اور قبیح ترین عبارت سے مسعود صاحب کے چند قیاسات ملاحظہ کیجئے:

۲۸) دعا مانگ لو صلاۃ ادا ہو گئی!

مذکورہ بالا اقتباس میں مسعود صاحب نے یہ بات ''قرآن مجید'' کی طرف منسوب کر دی۔ یہ ان کی صریح کذب بیانی اور خالص ''قیاس'' ہے۔

۲۹) پاکیزگی اختیار کر لو زکوٰۃ ادا ہو گئی!

یہ بھی خالص قیاس ہے، قرآن مجید کی کسی آیت کا یہ مفہوم نہیں۔

۳۰) صلوٰۃ میں ریاح خارج ہو جائے، وضو سلامت!

یہ بھی مسعود صاحب کا قیاس ہے۔ آخر قرآن مجید کی کس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ریح خارج ہونے سے وضو سلامت رہتا ہے؟

صد افسوس منکرینِ حدیث تعیش میں آ کر یا اپنی بدنیتی کی وجہ سے حدیث پر جھوٹ بولیں اور مسعود صاحب اور رجسٹرڈ جماعت ضدی بچے کی طرح جوابی کارروائی میں قرآن مجید پر جھوٹ بول دیں۔ حق بات سمجھانے کا یہ اسلوب یقیناً باطل ہے۔

۳۱) ناچ ورنگ کی محفلیں ممنوع نہیں! (استغفر اللہ)

افسوس صد افسوس! جھوٹ، غلط بیانی اور کتمانِ حق کی حد ہو گئی!

آپ سطورِ بالا میں مسعود صاحب کی عبارت دوبارہ دیکھ لیں۔ بڑی ہی بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسعود صاحب نے یہ بات ''قرآن مجید'' کی طرف منسوب کر رکھی ہے۔ حالانکہ یہ محض ان کی غلط بیانی اور باطل قیاس ہے۔ قرآن مجید ایسی فحش محفلوں سے یقیناً روکتا ہے۔ فحاشی و بے حیائی کے خلاف وارد قرآنی آیات (مثلاً سورۃ النور: ۱۹) یقیناً ایسی محفلوں کو ممنوع قرار دیتی ہیں۔

۳۲) فنونِ لطیفہ سے دلچسپی لو کوئی حرج نہیں!

اگر رجسٹرڈ جماعت والوں کے خیال سے یہ مسعود صاحب کا باطل ''قیاس'' نہیں تو پیش کریں وہ آیت جس سے یہ جملہ ثابت ہو۔

علمی اردو لغت میں ''فنونِ لطیفہ'' کا درج ذیل مفہوم لکھا ہوا ہے:

''فنونِ لطیفہ: وہ فنون یا ہنر جس میں اعلیٰ درجے کی ذہنی کشش پائی جائے اس میں مصوری موسیقی، شاعری اور تعمیر کا فن شامل ہے'' (ص ۱۰۶۰)

عام استعمال میں تو ڈرامے، کھیل تماشے بھی ''فنونِ لطیفہ'' کا حصہ سمجھے جاتے ہیں۔

۳۳) تاش و شطرنج سے لطف اٹھاؤ کوئی مضائقہ نہیں!

نعوذ باللہ قرآن مجید کی کس آیت میں یہ بات بیان ہوئی؟ یہ محض مسعود صاحب کا

قیاس ہے۔ کیا رجسٹرڈ جماعت والے قرآن مجید نہیں پڑھتے؟ جب پڑھتے ہیں تو اپنے "امام" مسعود صاحب کی ان جھوٹی باتوں کو قرآن میں نہیں پاتے تو ان کے خلاف حق کی آواز کیوں نہیں بلند کرتے؟ اتنی مضبوط تقلید کہ ان کے امام مسعود صاحب اگر قرآن مجید پر غلط بیانیوں کا انبار لگا دیں تب بھی یہ خاموش رہیں!

۳۴) قحبہ خانہ کھولو کوئی ممانعت نہیں...! (استغفر اللہ)

کتنے جری و بیباک شخص تھے یہ مسعود صاحب! قرآن مجید پر کس قدر جھوٹ بولا اور کتنی گھٹیا، رذیل اور بے ہودہ بات قرآن مجید کی طرف منسوب کر دی۔ إنا لله و إنا إليه راجعون.

واضح رہے کہ "قحبہ خانہ" بدکار، بدچلن، فاحشہ اور زانیہ عورتوں کے ٹھکانے کو کہتے ہیں۔ کیا قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا کوئی عام سا فرد بھی ایسی گندی اور بے ہودہ بات قرآن مجید کی طرف منسوب کر سکتا ہے؟ یہ رجسٹرڈ جماعت میں شامل مسعود صاحب کے مقلدین میں "**تقلید کی شدت**" ہی تو ہے کہ قولِ امام کے خلاف زبان نہیں کھولنی، خواہ امام اللہ کی کتاب پر بکثرت جھوٹ ہی کیوں نہ بول دے۔!

اشتیاق صاحب کے ایجاد کردہ بعض آثارِ صحابہ:

۳۵) اشتیاق صاحب نے لکھا: "حضرت عثمانؓ مسلمین کو جماعت "جماعت المسلمین" کہہ کر پکارتے ہیں" (مختلف ادوار ص ۳۴)

یہ اشتیاق صاحب کی کذب بیانی ہے۔

پندرہ صحابہ پر جھوٹ:

۳۶) اشتیاق صاحب نے "پندرہ صحابہ رضی اللہ عنہم" پر جھوٹ گھڑتے ہوئے لکھا:

"پندرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم "جماعت المسلمین" کے الفاظ روایت کر کے یہ بتا رہے ہیں کہ "الجماعۃ" سے مراد "جماعت المسلمین" ہے۔ (مختلف ادوار ص ۲۹)

"پندرہ" رہنے دیجئے کسی ایک بھی صحابی رضی اللہ عنہ نے "جماعت المسلمین" کے الفاظ روایت کر کے یہ بتایا ہو کہ "الجماعۃ" سے مراد "جماعت المسلمین" ہے تو باحوالہ دلیل پیش کیجئے۔ وگرنہ

ظاہر ہے کہ اشتیاق صاحب نے مسعود صاحب کے قیاس یعنی ''قول امام'' کو منوانے کے لئے پندرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف غلط بات منسوب کر کے صریح کذب بیانی سے کام لیا۔ درحقیقت یہ بانی اور رجسٹرڈ جماعت کا من گھڑت قیاس ہے۔

۳۷) سکتات سے متعلق موضوع آثار:

اشتیاق صاحب نے رجسٹرڈ جماعت کے ایک مسئلہ ''امام کے سکتات میں مقتدی کی قرأتِ فاتحہ'' کو تقویت پہنچانے کے لئے لکھا: ''مگر ابن عمرؓ سکتات میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کو منع نہیں کر رہے اور ابن عمر اس اصولِ شرعیہ کی خود بھی پابندی کرتے تھے'' (تحقیق صلاۃ ص ۱۳۹)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سکتات میں پڑھنے کی پابندی کرتے تھے یہ اشتیاق صاحب کی کذب بیانی اور ان کا ذاتی قیاس ہے۔ آگے بزعم خود جو دلیل نقل کی اُس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

۳۸) اشتیاق صاحب نے اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ لکھ دیا:

''حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عائشہ، امام حسن البصری اور دوسرے ائمہ تو خود امام کے پیچھے سکتہ میں پڑھنے کا حکم دیتے تھے'' (تحقیق صلاۃ ص ۱۴۴)

یہ اشتیاق صاحب کی کذب بیانی ہے ان تینوں صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایسا کوئی حکم ثابت نہیں۔ محض ''قول امام'' کو تقویت دینے کے لئے یہ کاروائی کی۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین!

امید ہے کہ ان چند مثالوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حدیث گھڑنے پر ان کی حیرت مصنوعی تھی۔ یہ کام ان کے ہاں وافر مقدار میں ہوا ہے!

صحابی رضی اللہ عنہ پر جرح:

جمیع اہل السنہ، اہل الحدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ''الصحابۃ کلھم عدول'' صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل ہیں۔ نیز جرح سے بالاتر ہیں۔ اگر کوئی سند صحابی رضی اللہ عنہ سے پہلے تک صحیح ثابت ہو جائے تو روایت بالاتفاق صحیح ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی پر نہ بحث ہوتی ہے نہ ان کو ضعف کا سبب بتلا کر کسی روایت کو رد کیا جاتا ہے، لیکن

رجسٹرڈ جماعت کے امیرِ ثانی اشتیاق صاحب ''تکبیراتِ عیدین'' کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے کس قدر پستی میں جا پڑے ہیں۔ملاحظہ کیجئے:

۳۹) ''اس کا مدار حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے.....دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخالفت کی ہے....اور ویسے بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حافظہ میں بھول واقع ہوگئی تھی جس کی وجہ سے یہ مسئلہ اور بھی بے حقیقت ہو جاتا ہے'' (نماز کے مسئلہ میں یوسف لدھیانوی صاحب کے اعتراضات اور انکے جوابات ص ۳۷۔۳۸)

''روایت کا مدار ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر ہے......ان کے حافظہ میں بھول واقع ہوگئی تھی'' جرح ہے۔جن کے حافظہ میں بھول واقع ہو جائے ان کی بھول واقع ہونے سے بعد کی روایات قبول نہیں کی جاتی۔اس بات کو خیر سے اشتیاق صاحب بھی جانتے ہیں جیسا کہ لکھا:

''اس حدیث کی سند میں ایک راوی ''المسعودی'' ہیں۔ان کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا۔اب یہ نہیں معلوم ہوتا کہ حافظہ خراب ہونے کے بعد کی یہ حدیث روایت کی ہے یا حافظہ صحیح کی حالت میں.....لہذا یہ حدیث ضعیف ہے۔'' (تحقیق صلاۃ ص ۹۸)

المختصر کہ رجسٹرڈ جماعت کے امیر ثانی نے سید الفقہاء والمحدثین سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر خود ساختہ جرح کی جو کہ ان کی صریح کذب بیانی ہے۔واضح رہے کہ کوئی بات ''بھول جانے'' اور حافظہ میں بھول واقع ہو جانے'' میں بڑا فرق ہے۔[باقی آئندہ شمارے میں، ان شاء اللہ]

جو رحم نہیں کرتا، اُس پر رحم نہیں کیا جاتا

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سیدنا) حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) کا بوسہ لیا اور آپ کے پاس اقرع بن حابس التمیمی (رضی اللہ عنہ) بیٹھے ہوئے تھے تو اقرع نے کہا: میرے دس بیٹے ہیں، لیکن میں نے کبھی ان کا بوسہ نہیں لیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو (غور سے) اُس کی طرف دیکھا پھر فرمایا: ((من لا یرحم لا یرحم .)) جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔(صحیح بخاری: ۵۹۹۷، صحیح مسلم: ۲۳۱۸)

حافظ محمد مزمل (اوکاڑہ)

مسجد میں آنے کے فوائد

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پُرانا پاپی ہے برسوں سے نمازی بن نہ سکا

محترم قارئین کرام! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾

مساجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں۔ (التوبہ:۱۸)

مساجد اسی وقت آباد ہوں گی جب لوگ ان میں پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا کریں گے۔ باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے لوگ مساجد کی طرف چلیں گے۔

مسجد کی طرف چلنے کے بے شمار فوائد ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱) قدم، قدم پر گناہوں کی بخشش کا اعلان

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ مَشٰى إِلٰى بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ لِيَقْضِيَ فَرِيْضَةً مِّنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ كَانَتْ خُطُوَاتُهُ إِحْدَاهُمَا تَحُطُّ خَطِيْئَةً وَّاُخْرٰى تَرْفَعُ دَرَجَةً۔))

جس نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی طرف گیا تاکہ اللہ کے عائد کردہ فرائض میں سے کوئی فرض ادا کرے تو اس کے قدم کا معاملہ ایسا ہوگا کہ اس کے ایک قدم پر ایک گناہ معاف ہوگا اور دوسرے قدم پر ایک درجہ بلند ہوگا۔ (صحیح مسلم:۱۵۲۱)

۲) اللہ تعالیٰ جنت میں مہمان نوازی کرتا ہے

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ وَرَاحَ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ نُزُلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ۔))

جو شخص صبح و شام مسجد میں جاتا ہے اس کی صبح کے وقت آمد پر اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں

مہمانی تیار فرماتا ہے اور شام کے وقت بھی اس کی آمد پر اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مہمانی تیار فرماتا ہے۔ (صحیح البخاری:٦٦٢)

۳) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا سایہ نصیب کرے گا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو قیامت والے دن اللہ تعالیٰ اپنا (یعنی عرش کا) سایہ نصیب کرے گا، جبکہ اس دن کسی چیز کا سایہ نہیں ہوگا، ان میں سے ایک ((وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ...)) وہ آدمی ہے جس کا دل ہر وقت مسجد میں اٹکا رہتا ہے۔ (صحیح البخاری:٦٦٠)

٤) قیامت کے دن مکمل نور کی خوشخبری

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لِيُبَشَّرِ الْمَشَّاءُوْنَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

اندھیرے میں مسجد کی طرف چل کر جانے والوں کو قیامت کے روز مکمل نور کی بشارت ہو۔

(ابن ماجہ:٧٨٠ وسندہ حسن، صحیح ابن خزیمہ:١٤٩٨)

٥) مسجد میں دُور سے چل کر آنا زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَعْظَمُ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلَاةِ أَبْعَدُهُمْ فَأَبْعَدُهُمْ مَمْشًى.))

نماز کا سب سے زیادہ ثواب اسے ملتا ہے جو سب سے زیادہ دُور سے چل کر آتا ہے اور پھر اسے جو باقی لوگوں سے زیادہ فاصلے سے آتا ہے۔ (صحیح البخاری:٦٥١)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا عمل

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قبیلہ بنو سلمہ کے لوگوں نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب خالی جگہوں میں منتقل ہونے کا ارادہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو سلمہ! اپنے گھروں میں ہی رہو، نماز کے لئے مسجد میں آنے پر تمہارے قدم لکھے جاتے ہیں۔ بنو سلمہ کے لوگ کہتے ہیں: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات سے اتنی

خوشی ہوئی کہ اگر مسجد کے قریب آجاتے تو اتنی خوشی نہ ہوتی۔ (صحیح مسلم: ۶۶۵، دارالسلام: ۱۵۲۰)

۳) دین کا علم سیکھنے اور سکھانے کے لئے مسجد کی طرف چلنے کے پانچ بڑے فائدے

۱: اللہ تعالیٰ جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔

۲: اللہ تعالیٰ ان پر سکون و اطمینان نازل فرماتا ہے۔

۳: اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں۔

۴: اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فخریہ طور پر فرشتوں کے سامنے کرتا ہے۔

۵: اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۹۹، دارالسلام: ۶۸۵۳)

رفع الیدین قبل الرکوع وبعدہ

ابوقلابہ (تابعی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ انھوں نے (سیدنا) مالک بن حویرث (صحابی رضی اللہ عنہ) کو یکھا، آپ جب نماز پڑھتے تو اللہ اکبر کہتے پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے (یعنی رفع یدین کرتے) اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور حدیث بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۲ ح ۷۳۷، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۷ ح ۳۹۱ واللفظ لہ)

اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد آپ کے صحابی رضی اللہ عنہ تینوں مقامات پر رفع یدین کرتے تھے۔

فائدہ: غزوہ تبوک ۹ ہجری میں ہوا تھا۔ (دیکھئے فتح الباری ج ۸ ص ۱۱۱ ح ۴۴۱۵)

سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک کی تیاری کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (مدینے میں) تشریف لائے تھے۔ (دیکھئے فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۰ تحت ح ۶۲۸)

یاد رہے کہ سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے کسی بھی سند میں سجدوں والا رفع یدین ثابت نہیں، نیز کسی صحابی سے بھی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کا ترک ہرگز ثابت نہیں۔

محمد زبیر صادق آبادی

پگڑی کس کی اچھلی؟

قارئین کرام!

محمد الیاس گھمن دیوبندی کے چہیتے عبدالغفار دیوبندی چنی گوٹھ والے نے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ پر سو جھوٹے الزامات لگائے تھے، جن کا راقم الحروف نے دندان شکن جواب دیا اور یہ جواب ماہنامہ الحدیث حضرو (شمارہ: ۸۰ ص ۸ تا ۲۹، جنوری ۲۰۱۱ء) میں شائع ہوا تھا۔

راقم الحروف نے عبدالغفار دیوبندی کے بنیادی استدلال پر گرفت کرتے ہوئے لکھا تھا:

''تنبیہ: عبدالغفار نے مزید لکھا ہے: ''...کیا امام بخاریؒ نے حافظ ابن حجرؒ کو ٹیلیفون پر اختیار و اجازت نامہ دیا ہے کہ آپ اپنی مرضی سے داود بن عبدالرحمٰن العطارؒ کی مروی حدیث کو متابعۃً قرار دینا جبکہ امام بخاریؒ کا اپنا مذہب و فعل و قاعدہ یہ ہے کہ جو راوی و روایت اصالۃً ہے وہی متابعۃً بھی ہے اور جو راوی و روایت متابعۃً ہے وہی اصالۃً بھی ہے کما صرح فی البخاری ج ۲ ص ۸۲۸ و ص ۱۱۰۰ ط کراتشی و ص ۴۷۴، رقم ۶۲۲ ط الریاض فلھذا حافظ ابن حجر العسقلانیؒ ہوں یا علی زئی... ہو امام بخاریؒ کے مقابلے میں ان کی بات بلا دلیل باطل و مردود ہے'' (قافلہ... جلد ۲ شمارہ ۲ ص ۴۸)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی گستاخی سے قطع نظر عرض ہے کہ چنی گوٹھ کے بہتان تراش نے اصالۃً و متابعۃً والی جو بات امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کی ہے اور صحیح بخاری کے صفحات کا حوالہ دیا ہے، وہاں امام بخاری کا اپنا مذہب و فعل و قاعدہ مذکور نہیں کہ پہلے روایت اصالۃً ہوگی اور بعد میں متابعۃً ہوگی، لہٰذا عبدالغفار نے عبارتِ مذکورہ میں امام بخاری رحمہ اللہ پر جھوٹ بولا ہے۔

اگر وہ اپنے لفظ ''صرح'' کی لاج رکھتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ سے مذکورہ

صراحت صاف اور واضح الفاظ میں ثابت کر دے تو ہم اُسے الحدیث حضرو کا شمارہ نمبر ۵۹ بطورِ تحفہ دیں گے، جس میں ''الیاس گھمن کے ''قافلۂ حق'' کے پچاس (۵۰) جھوٹ'' کا مضمون لکھا ہوا ہے۔ ان شاء اللہ

یاد رہے کہ اس مضمون کا جواب ابھی تک نہیں آیا۔ والحمدللہ '' (الحدیث:۸۰ص۹-۱۰)

لیکن راقم الحروف کے اس چیلنج سے عبدالغفار دیوبندی اتنا پریشان ہوا کہ اس کا کوئی مناسب جواب دینے کی بجائے اپنی پہلی عبارت کو اپنے مضمون (یہاں پگڑیاں اچھلتی ہیں) میں یوں بدل دیا:

''جبکہ حافظ ابن حجر نے صدیوں بعد بلا سند و بلا دلیل امام داوٗد کو متابعت میں قید کر دیا ہے اور بلاشبہ بات عندالغیر مقلدین حجت نہیں و ثانیاً امام بخاری کا اپنا اسلوب صحیح بخاری میں یوں ہے کہ جو راوی اصالۃً ہے وہ متابعۃً بھی ہے دیکھئے (بخاری ج ۱ ص ۸۲۸ و ج 2 ص 1100) '' (قافلہ... جلد۵ شمارہ۲ ص۳۵، اپریل تا جون ۲۰۱۱ء)

قارئین کرام! آپ نے بخوبی ملاحظہ فرما لیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ پر صریح جھوٹ بول کر اب عبدالغفار دیوبندی اس کا ثبوت پیش کرنے سے اس قدر عاجز ہوا کہ ''صرح'' کے لفظ کو ''اسلوب'' کے لفظ میں تبدیل کر دیا۔

اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا اسلوب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بہتر سمجھتے تھے (جنھیں آلِ دیوبند نے حافظ الدنیا اور شیخ الاسلام کے القاب دیئے ہیں۔) یا چنی گوٹھ کا ایک سابق نائی۔ !!!

اعلانات

۱: ختمِ نبوت پر چالیس دلائل (از قلم: حافظ زبیر علی زئی)

۲: رسول اللہ ﷺ کی آخری زندگی کا عمل: رفع یدین (از قلم: حافظ زبیر علی زئی)

۳: آلِ دیوبند کے مجروح راوی اور دوغلی پالیسیاں (از قلم: محمد زبیر صادق آبادی)

دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو شمارہ نمبر ۱۰۰

عبدالرشید عراقی

امام ابوعبداللہ الحاکم صاحب المستدرک

(۳۲۱ـ۴۰۵ھ)

امام ابوعبداللہ حاکم جن کا اسم گرامی محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم بن حکم ہے، ان کا شمار نامور آئمہ حدیث میں ہوتا ہے۔

آپ ۳/ ربیع الاول ۳۲۱ھ کو خراسان کے شہر نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ امام حاکم کا تعلق ایک علمی خاندان سے تھا۔ ان کے والد اور ماموں علم وفن کے دلدادہ تھے۔ اس لئے بہت چھوٹی عمر میں علم وفن کی تحصیل میں مشغول ہو گئے اور سب سے پہلے آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز اپنے والد محترم شیخ عبداللہ بن محمد سے کیا۔ آپ کے والد محترم کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ انھوں نے صحاح ستہ کے عظیم رکن امام مسلم بن حجاج سے ملاقات کی تھی۔

(تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۲۲۲)

ارباب سیر اور تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ امام حاکم کو تقریباً دو ہزار محدثین اور فضلاء سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ ان دو ہزار اساتذہ میں ایک ہزار اساتذہ کا تعلق نیشاپور سے تھا۔ حافظ ذہبی نے اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں آپ کے بعض اساتذہ کے نام درج کئے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۲۲۲)

تحصیل علم کے لئے رحلت وسفر: امام ابوعبداللہ حاکم نے نیشاپور میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد دوسرے علمی شہروں اور مراکز حدیث کا رُخ کیا۔ چنانچہ آپ تحصیل علم کے لئے عراق، بغداد، مکہ، کوفہ، مرو، بخارا، ماوراء النہر، ہمدان اور اصبہان وغیرہ تشریف لے گئے اور ہر جگہ کے اساطین علم وفن سے اکتساب فیض کیا اور ان کے کثرت اسناد کی وجہ سے محدثین کرام اور ارباب سیر نے ان کو "طاف الآفاق رحل الکثیر" لکھا ہے۔

(تاریخ بغداد ۵/ ۴۷۳)

حدیث میں کمال وامتیاز: امام حاکم کو تمام علوم اسلامیہ یعنی تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اسماء الرجال، تاریخ وسیر، عربیت، لغت، ادب، فقہ، اصول فقہ، شعر وسخن وغیرہ میں کمال حاصل تھا۔ لیکن علم حدیث اور متعلقات حدیث علوم میں ان کو امتیازی حیثیت حاصل تھی اور حدیث میں غیر معمولی کمال وامتیاز کی بنا پر مورخین نے ان کو ''الحافظ الکبیر اور امام المحدثین'' کے القاب سے یاد کیا ہے۔ علامہ یافعی لکھتے ہیں کہ حدیث اور اس کے متعلق علوم کی معرفت میں امام حاکم کو بڑی مہارت حاصل تھی۔ (مراۃ الجنان ۳/۱۴)

اخلاق و عادات: اخلاق و عادات کے اعتبار سے امام ابو عبداللہ حاکم بڑے ملنسار، متواضع، حلیم الطبع، صاحب زہد واتقاء، تدین وتقویٰ میں اعلیٰ وارفع، صاحب حزم وورع اور اللہ کی طرف مائل ومتوجہ رہتے تھے۔ علم وفضل کے اعتبار سے بھی امتیازی حیثیت کے حامل تھے۔ ان کے عدالت وثقاہت، امانت ودیانت اور حفظ وضبط کا ارباب سیر نے اعتراف کیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ۱۱/۳۵۵)

مقبولیت و مرجعیت: امام صاحب کے علمی تبحر کا مورخین نے بڑی فراخدلی سے اعتراف کیا ہے، علامہ ابن سبکی لکھتے ہیں: امام ابو عبداللہ حاکم کی عظمتِ شان، جلالتِ قدر اور امامت فن پر سب کا اتفاق ہے۔ ان کا شمار اُن آئمہ حدیث میں ہوتا ہے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین مبین کی حفاظت کا کام لیا ہے۔ لوگ دور دراز سے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کرتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ۳/۶۵)

وفات: امام ابو عبداللہ حاکم نے ۳/صفر ۴۰۵ھ کو نیشاپور میں ۸۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔ إنا لله و إنا إليه راجعون.

تصانیف: امام ابو عبداللہ حاکم کا شمار صاحب تصانیف کثیرہ میں ہوتا ہے۔ ان کی تمام تصانیف کمیت وکیفیت دونوں حیثیتوں سے بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں: میں نے زمزم کا پانی پی کر اللہ تعالیٰ سے حسن تصنیف کی دعا کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ ارباب سیر کا اتفاق ہے کہ تصنیفی حیثیت سے امام حاکم کا

مرتبہ ومقام بہت بلند تھا۔ علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں: امام حاکم نے علوم حدیث میں بے نظیر تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ (تاریخ ابن خلکان ۲/۳۸۵)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں: حاکم رادرفن تصنیف وترتیب دخل تمام بود۔

امام حاکم کوفن تصنیف اور ترتیب میں دخل تمام حاصل تھا۔ (بستان المحدثین اردو مترجم ص ۴۷)

امام صاحب کی تصانیف کی تعداد ضیاء الدین اصلاحی نے (۲۳) بتائی ہے۔

(تذکرۃ المحدثین ۲/۱۳۵ تا ۱۴۱)

مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں: ۱: الاربعین ۲: فضائل الامام الشافعی

۳: مناقب الصدیق ۴: کتاب العلل ۵: المدخل الی علم الحدیث

۶: تاریخ نیشاپور ۷: معرفۃ علوم الحدیث ۸: المستدرك علی الصحیحین

المستدرك علی الصحیحین: اس کا شمار حدیث کی مشہور اور اہم کتابوں میں ہوتا ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اسے طبقات کتب حدیث کے تیسرے طبقے میں شمار کیا ہے۔ (عجالہ نافعہ مع فوائد جامعہ)

حافظ ابن صلاح اور امام نووی نے صحاح کے بعد حدیث کی جن کتابوں کو زیادہ قابل اعتماد اور نافع قرار دیا ہے ان میں سنن دارقطنی کے بعد مستدرک حاکم کا نام لیا ہے۔

(مقدمہ ابن صلاح ص ۱۹۲)

امام حاکم اپنی اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں: جہاں تک تلاش واجتہاد نے میری رسائی کی ہے۔ میں نے خلفائے اربعہ کے فضائل سے متعلق وہ تمام حدیثیں جمع کر دی ہیں جو صحیح سندوں سے مروی ہیں اور جن کو شیخین نے ترک کر دیا ہے پھر میں نے اس کتاب کے نظم وترتیب کے لحاظ سے یہ مناسب سمجھا کہ ان بزرگوں کے مناقب کے بعد دیگر صحابہ کے فضائل وفیات کی ترتیب پر جمع کروں۔ (المستدرک ۳/۱۸۰)

المستدرک چار جلدوں میں دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکی ہے۔

(۲۰۱۲/۹/۲۱ء)

محمد زبیر صادق آبادی

آلِ دیوبند اور بے سند بات

۱) محمد قاسم نانوتوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''القصہ حضرت زید کا یہ قول ایک قول بے سند ہے۔ کوئی بات بے سندِ متصل لائق اعتبار نہیں'' (ہدیۃ الشیعہ ص ۳۰۶)

۲) سرفراز خان صفدر صاحب نے لکھا ہے: ''اور امام بخاریؒ نے اپنے استدلال میں ان کے اثر کی کوئی سند نقل نہیں کی اور بے سند بات حجت نہیں ہوسکتی۔''

(احسن الکلام ۱/۳۲۷، دوسرا نسخہ ۱/۴۰۳)

سرفراز صاحب نے ایک اور جگہ لکھا ہے: ''امام بخاریؒ نے حمادؒ کے قول کی سند بیان نہیں کی تو ایسی بے سند بات کا کیا اعتبار؟'' (احسن الکلام ۱/۳۱۹، دوسرا نسخہ ۱/۳۹۳)

نیز دیکھئے احسن الکلام (۲/۱۴۹، دوسرا نسخہ ۲/۱۶۳)

۳) محمد حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے لکھا ہے: ''حالانکہ بغیر سند کے بات قابل اعتبار نہیں ہوسکتی۔'' (اظہار التحسین ص ۷۳ طبع ۱۹۸۲ء، بحوالہ القول المتین ص ۷۱)

۴) آلِ دیوبند کے ''مولانا'' فقیر اللہ دیوبندی نے لکھا ہے: ''اور کوئی بے سند بات قبول کرنے کے قابل نہیں ہوتی'' (خاتمۃ الکلام ص ۱۵۸)

۵) علامہ بدر الدین عینی کے متعلق سرفراز صاحب نے لکھا ہے: ''بلند پایہ حنفی فقیہ، محدث اور شیخ الاسلامؒ'' (ازالۃ الریب ص ۴۰۸)

اسی بدر الدین عینی نے اپنی کتاب عمدۃ القاری (۱۱/۱۲۶ ح ۲۰۱۰) میں لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے لئے گیارہ رکعات تراویح کو اختیار کیا، تو ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے اس قول کو اور ایک دوسرے قول کو یعنی دونوں کو یہ کہہ کر رد کر دیا:

''یہ دونوں قول بالکل بے سند ہیں۔'' (تجلیات صفدر ۳/۲۳۹)

۶) غلام رسول سعیدی بریلوی نے لکھا ہے: ''امام محمد بن سعد نے اس روایت کو بلا سند

ذکر کیا ہے اور جو روایت بلا سند مذکور ہو وہ حجت نہیں ہے۔" (شرح صحیح مسلم ۱/۵۱۱)

۷) محمد عباس رضوی بریلوی رضا خانی نے لکھا ہے: "...کیونکہ سند کے بغیر تو کوئی روایت بھی قابل حجت نہیں ہوتی" (مناظرے ہی مناظرے ص ۳۰۰)

۸) غلام مصطفیٰ نوری بریلوی رضا خانی نے لکھا ہے: "بے سند باتوں کا کیا اعتبار ہے۔"

(ترک رفع یدین ص ۴۳۴)

۹) شاہ عبدالعزیز دہلوی نے کہا:

"اہلسنت کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ جو کہ ہرگز قابلِ سماعت نہیں۔" (تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۶۵ [ہمارا نسخہ ص ۵۵۲] بحوالہ فتاویٰ رضویہ ص ۵۸۵ ج ۵)

یہ وہ عبارت ہے، جس کے بارے میں احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے: "یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے" (فتاویٰ رضویہ ۵/۵۸۵)

قارئین کرام! مذکورہ تقلیدیوں سے شاید یہ غلطی ہوگئی ہے، کیونکہ انھیں لکھنا تو یہ چاہئے تھا: اگر کوئی روایت ہماری طبیعت کے مطابق ہو تو سند کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر خلاف ہو تو بلا سند قابل قبول نہیں، کیونکہ جس شخص کو بھی ان سے واسطہ پڑا ہو وہ بخوبی ان کی اس روش سے واقف ہوگا، جیسا کہ یہ لوگ امام ابن جریج رحمہ اللہ کے متعلق نوے عورتوں سے متعہ والی بے سند بات کو بہت اچھالتے ہیں لیکن اگر کسی بے سند روایت سے امام ابو حنیفہ کی تنقیص ہوتی ہو تو رد کر دیتے ہیں مثال کے طور پر عبدالقدوس قارن دیوبندی نے اپنے "علامہ" کوثری کی عبارت کا یوں ترجمہ کیا ہے: "اور بے شک عبدالصمد کے باپ عبدالوارث نے ابو حنیفہؒ سے براہ راست یہ نہیں سنا تو درمیان میں انقطاع ہے اور اس نے یہ بھی بیان نہیں کیا کہ کس نے اس سے ذکر کیا؟ اور نہ اس کا ذکر کیا کہ اس نے کس سے سنا ہے؟ اور نہ یہ بیان کیا کہ وہ خود اس واقعہ میں موجود تھا۔ تو اس جیسی بات ردی کی ٹوکری میں پھینک دی جاتی ہے۔" (ابو حنیفہؒ کا عادلانہ دفاع ص ۲۱۵)

Monthly **ZARB-E-HAQ** Sargodha

اغراض و مقاصد

☆ قرآن وحدیث، اجماعِ امت اور فہم سلف صالحین کی ترویج واشاعت

☆ صحیح احادیث کا پرچار اور ضعیف سے قطعی اجتناب

☆ عقیدۂ توحید (توحید الوہیت، توحیدِ ربوبیت اور توحید الاسماء والصفات) کا محدثین کے منہج کے مطابق احیاء وترویج

☆ باطل اور گمراہ فرقوں کا مدلل و مبرہن رد

☆ صحابہ کرام اور محدثین وائمہ دین کے ساتھ محبت کی رغبت

☆ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد کی طرح مثالی اور اسلامی معاشرہ کا قیام

جیسا کہ امام عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی رحمہ اللہ (م ۱۵۷ھ) نے فرمایا:

"علیك بآثار من سلف و إن رفضك النّاس ، و إيّاك و رأى الرّجال و إن زخرفوه بالقول ، فإن الأمر ينجلي و أنت على طريق مستقيم ."

تو سلف (محدثین) کے آثار کو لازم پکڑ، اگرچہ تجھے لوگ چھوڑ دیں، تو (بدعتی) لوگوں کی آراء سے بچ، اگرچہ وہ ان کو باتوں کے ساتھ مزین کریں، کیونکہ بلاشبہ معاملہ صاف ہے اور تو صراطِ مستقیم پر ہے۔

(شرف اصحاب الحدیث للخطیب : ٦، الشریعۃ للآجری: ١٢٧، وسندہ صحیح)

قارئین کرام! ماہنامہ "ضربِ حق" آپ کا اپنا مجلّہ ہے۔ اس کی سلسلہ وار اور بخوبی اشاعت کے لیے دامے، درمے، سخنے، قدمے، قلمے تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

انٹرنیٹ پر ضربِ حق پڑھنے کے لئے

ویب سائٹ www.jamiabukhari.com

ای میل jamia.imam.bukhari@gmail.com